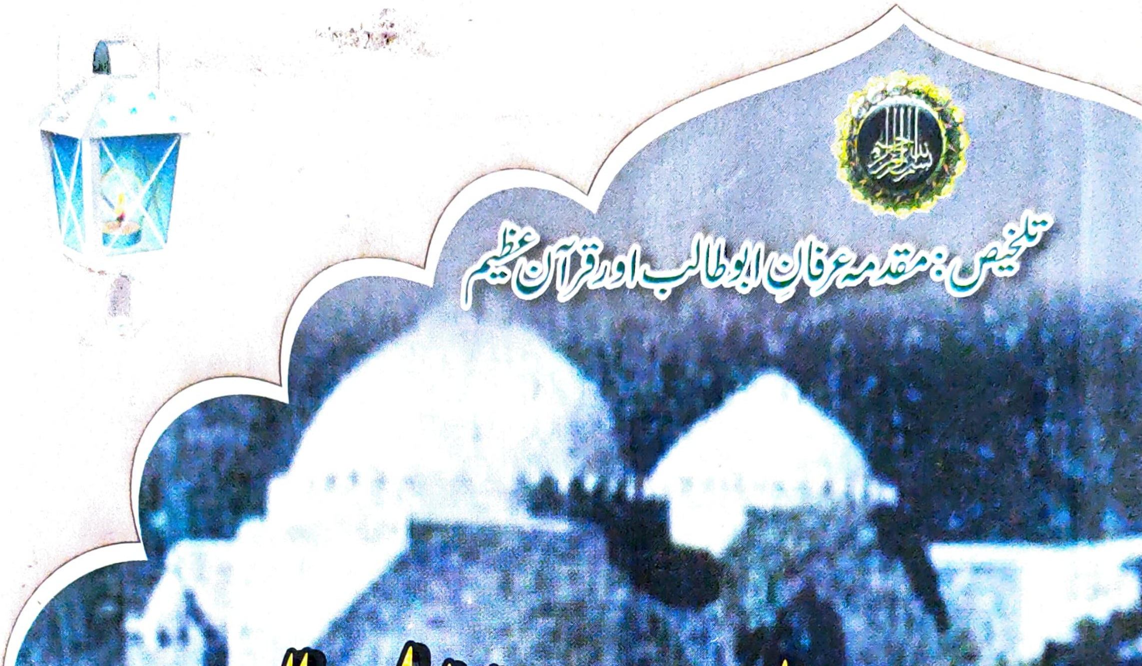


تلخیص: مقدمہ عرفانِ ابوطالب اور قرآن عظیم

مقام ابوطالب علیہ السلام

اور قرآن عظیم

ڈاکٹر محمد صداقت علی فریدی

فاضل جامعہ فریدیہ ساہیوال

مندوب آستانہ عالیہ سرہوٹہ شریف آزاد کشمیر

پرنسپل محمدیہ غوثیہ بڈھاڑ شریف دینہ جہلم

تلخیص :مقدمہ عرفانِ ابوطالب اور قرآنِ عظیم

مقامِ ابوطالب علیہ السلام

اور

قرآنِ عظیم

ڈاکٹر محمد صداقت علی فریدی

فاضل جامعہ فریدیہ ساہیوال

مندوب آستانہ عالیہ سرہوٹہ شریف آزاد کشمیر

پرنسپل محمدیہ غوثیہ بڈھاڑ شریف دینہ جہلم

کتاب	مقدمہ عرفانِ ابوطالبؑ اور قرآن عظیم
مصنف	ڈاکٹر صداقت علی فریدی
تصحیح	مولانا سید مصباح الحسن
باراشاعت اول	دسمبر سنہ ۲۰۰۹ء
باراشاعت دوم	جنوری سنہ ۲۰۲۰ء

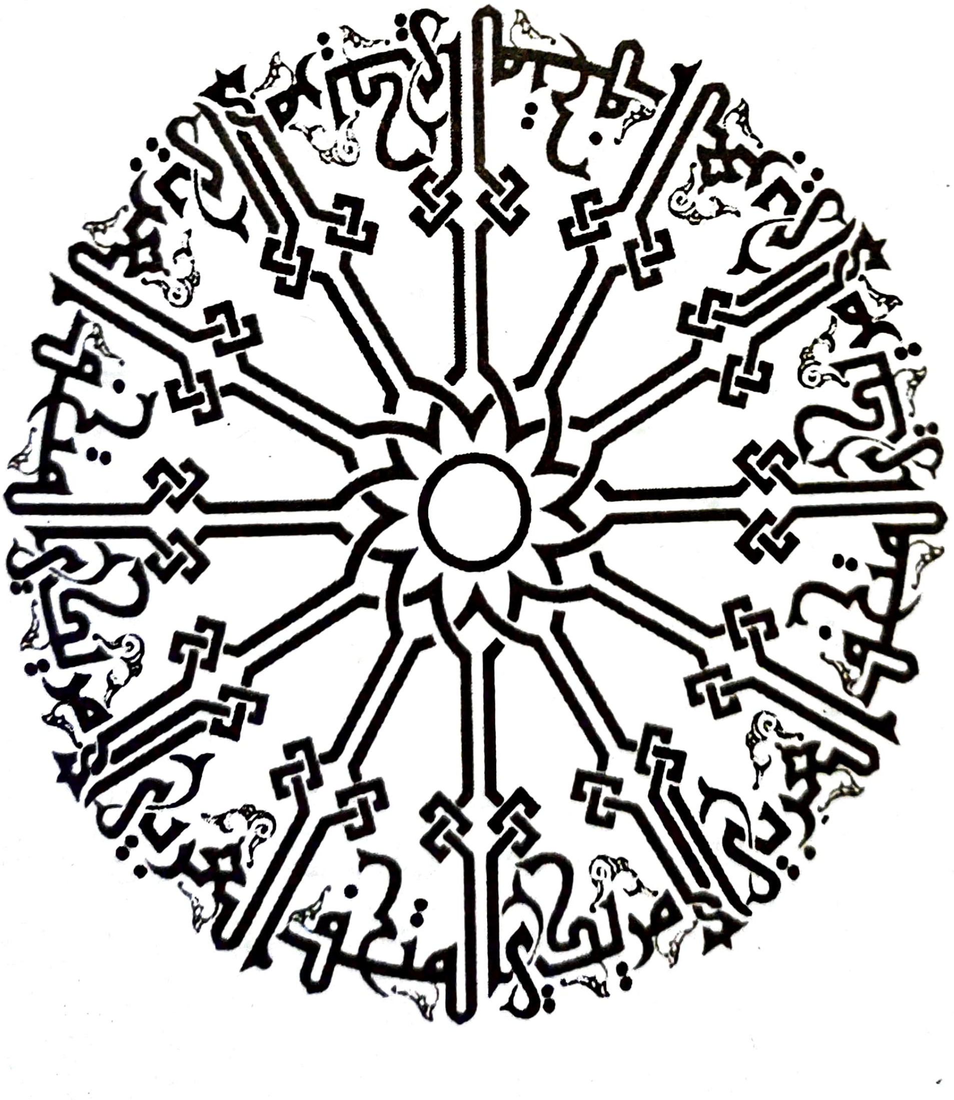
حرمتِ حضرت ابوطالب علیہ السلام پہ لاکھوں سلام

دستِ غالب کی قوت پہ لاکھوں سلام
عمِ احمد کی حرمت پہ لاکھوں سلام
بیت جن کا رسالت کا مسکن رہا
ایسے گھر کی سکونت پہ لاکھوں سلام
جن کے بازو بنے منبرِ مصطفیٰ
ان کی بے مثل طاقت پہ لاکھوں سلام
جس میں پلتے رہے سید انس و جاں
ایسی آغوشِ الفت پہ لاکھوں سلام
جن کا پہلو رہا خواب گاہِ نبی
ایسے پہلو کی شفقت پہ لاکھوں سلام
کفر کا جس سے ٹوٹا وہ جھوٹا بھرم
ایسے جذبوں کی طاقت پہ لاکھوں سلام
جو حمایت بنی قوتِ مصطفیٰ
ایسی نصرت کی حرمت پہ لاکھوں سلام
جن کی خدمت رہی مصطفیٰ کی رفیق
ایسی خدمت کی عظمت پہ لاکھوں سلام
ان کا مقصود ہے بس وفائے نبی
شاہکارِ عزیمت پہ لاکھوں سلام
جن کی جگ میں ہوئی ہے ہویدا وفا
اس وقارِ محبت پہ لاکھوں سلام

ساتھ جس نے نبی کا نہ چھوڑا کبھی
ایسے پیکرِ استقامت پہ لاکھوں سلام

سارا کنبہ کیا مصطفیٰ پہ فدا
تاجدارِ عزیمت پہ لاکھوں سلام

ہے صداقت بَنا جن کا مدح سرا
ان کی کامل صداقت پہ لاکھوں سلام



فہرست

مقدمة الكتاب

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام
علىٰ سيّد الانبياء والمرسلين وآبائه واصحابه
وازواجه وآلهٖ وعترته واعمامِهٖ اجمعين لاسيّما
افضل البشر بعد الانبياء بالقول الغالب
خير الناصرين سيدنا ابوطالب عليه السلام۔

اما بعد

قارئین محترم ! جب ہم تاریخِ عشق ووفا کا جائزہ لیتے ہیں تو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کا پہلا عنوان نظر آتے ہیں قرآنِ کریم نے یوں بیان فرمایا۔

وَاِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰۤىۙ

(سورۃ نجم ۳۷)

جناب ابراہیم علیہ السلام نے عہدِ وفا کو پورا پورا نبھایا یہ نقوشِ وفا صدیوں تک روشنی بنے رہے۔ عرب میں انکو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تازہ رکھا بعد ازاں زمانۂ فترت آیا عرب وحی کے نور سے خالی رہا تا آنکہ نبی آخر الزمان تشریف لائے عرب کی سنگلاخ زمین کو پھر وحی کے نور سے سجایا گیا مگر کفر کی دبیز تہوں نے اسے قبول کرنے سے ہی انکار کردیا تاہم نبوی سرگرمیوں کا تسلسل جاری رہا۔

کفارِ مکہ نے اس نورِ خدا کو بجھانے کی ٹھان لی پیکرِ نبوت کے قتل کے درپے ہو گئے اب اس عہدِ وفا کو نبھانے کے لیے کسی وفادار کی شدید ضرورت محسوس ہوئی جو لوگ اسلام لا چکے تھے ابتداً کمزور تھے مزاحمت شدید تھی روسائے مکہ مشتعل ہو گئے اب اس طوفان کو روکنے کے لیے کسی ایسے سینے کی ضرورت تھی جو چٹانوں سے زیادہ مضبوط ہو ،اب ایسے یقین کی ضرورت تھی جو لوہے سے زیادہ قوت والا ہو، اب ایسے ارادے کی ضرورت تھی جو آسمانوں سے زیادہ بلند ہو، پہاڑوں سے زیادہ مضبوط ہو، ان سنگین ترین حالات میں قدرت کی نگاہِ انتخاب نے جس ذاتِ والاصفات کا تعین کیا اُسے سیدِ بطحا حضرت ابوطالب کہا جاتا ہے یہ وہ ذات ہے جس نے وفائے ابراہیمی کی یاد ازسرِ نو تازہ کر دی۔

پورے کفر کے سامنے ڈٹ گئے اور کفر کا راستہ روک دیا اسلام پھیلانے کے لیے ایک مناسب ماحول مہیا کر دیا مگر ستم ظریفوں نے صدیوں تک انکے خلوص کا مذاق اڑائے رکھا اور انکو کفر کے ترازو میں تولتے رہے بلکہ اس بہیمیت کو سچے مذہب کی شناخت قرار دیا۔

هو المذهب المعروف اهل السنة والجماعة

کا دلدوز مصنوعی تصور دیا جاتا رہا (روح المعانی) انکے کفر پر مستقل کتابیں لکھیں برصغیر میں مبحث المطالب جیسی کتابیں منظرِ عام پر آئیں ۔اور تحکمانہ انداز میں اسے منوانے کے لیے ہر چیز کو روا رکھا گیا مسکین نے جب اس ساری صورت حال کا جائزہ لیا تو یہ سب کچھ مصنوعی یاوا گوئی لگی جس کا من مسکین نے عرفان ابوطالب علیہ السلام اور قرآن عظیم نامی کتاب میں مکمل تحقیق کر کے قلعہ قمع کر دیا ہے چونکہ علمی تفصیلات ضروری

بھی تھیں اس لیے ضخامت زیادہ ہوگئی تاہم بعض اہل محبت حضرات نے اصرار فرمایا کہ اس مقدمہ کی تلخیص ضروری ہے جو عام فہم ہو معلوماتی ہو اس محبت میں پیش پیش محب اہل بیت نبوت عاشقِ رسول جناب الحاج میاں محمد حنیف صاحب ۹۲ نیوز چینل والے سے مدینہ یونیورسٹی فیصل آباد میں ہوئی انکے ہاں چند علما بھی تھے بعد ازاں تاجدار سدرہ شریف نقیب الاشراف حضرت قبلہ پیر سید انور شاہ صاحب الگیلانی الحموی کے معتمد خاص جناب الحاج حاجی محمد حمید اللہ خانصاحب قادری نے بھر پور اصرار فرمایا انکے اصرار پر حضرت قبلہ پیر صاحب نے بھی مجھے حکماً فرمایا میں نے خود بھی اس ضرورت کو محسوس کیا بنا بریں یہ تلخیص حاضر خدمت ہے اس میں کوشش کی گئی یہ عام فہم رہے زیادہ علمی ثقیل باتیں اس میں کم آئیں مگر جہاں علمی باتوں کی شدید ضرورت محسوس ہوئی وہاں بیان کرنا میری علمی مجبوری ہوگی قارئین کسی صاحب علم سے مطلوبہ مقام کا فہم حاصل کرلیں اس تلخیص کے بنیادی مشمولات یہ ہیں۔

اولاً ہم نے سید بطحا حضرت خواجہ ابو طالب علیہ السلام کی شخصیت و سیرت کا انتہائی مختصر جائزہ قرآنی آیات کی روشنی میں پیش کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے نبوت کے بعد تمام فضائل و مناقب کی اگر کوئی ذات جامع ہے تو وہ سیدنا ابو طالب علیہ السلام ہے۔

ثانیاً ! ذخیرۂ علم میں کچھ ایسی درآمدی روایات درآئیں جنکے مضامین محسنِ اسلام حضرت ابو طالب علیہ السلام کے تقدس کو پامال کرنے کے لیے وضعاً لائے گئے یہ ناپاک جسارت صدیوں پر محیط تھی جس کو مسکین نے بحمد اللہ تعالیٰ دفن کر کے رکھ دیا ہے تاکہ یہ دوبارہ جسارت نہ ہو پائے۔

ثالثاً ! خاندان نبوت کے تقدس کے لیے قرآن و حدیث سے مسلمہ مواد فراہم

کر دیا ہے تاکہ اہلِ علم و عرفان خاندان نبوت کی معرفت سے شناسا ہوں اور اپنی فطری عظمت کو معراج بخشیں۔

سیدنا ابو طالبؑ ہی معیارِ فضیلت ہیں

قارئین محترم : شرف نبوت کے بعد سب سے بڑا شرف شان صحابیت ہے تاہم نبوی فضائل کے بعد اصحاب رسول علیہم الرضوانمیں الگ الگ انفرادی خصوصیات کی حامل شخصیات اپنے اپنے مرتبے میں بے مثل و بے مثال ہیں۔

ہر ایک منفرد خصوصیت کا ایک پس منظر ہے مثلاً سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان صدیقیت کا پس منظر واقعہ معراج کی غیر مشروط تصدیق ہے شانِ فاروقیت کا پس منظر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی غیور اور نڈر طبیعت ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شانِ غنایت میں انکی دریادلی کا پس منظر ہے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی انفرادیت کا پس منظر انکا بے مثال وصفِ شجاعت ہے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اہلبیت نبوت میں شمار ہونے کا پس منظر انکی وفا اور خدمت ہے گویا ہر ایک شخص کے ٹائٹل کے پیچھے کوئی نہ کوئی جذبہ وفا بول رہا ہے.

قرآن کریم نے وحدانیتِ ایزدی کے بعد اور شانِ رسالت کے بعد جنکو الگ فضیلت کی عظمت میں بیان کیا ہے ان میں مؤثر دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گہری وابستگی کو ہی قرار دیا یہ وابستگی خواہ عظمتِ یقین کی صورت میں ہو اتباع و اطاعت کی صورت میں ہو خدمت و نصرت کی صورت میں ہو.

عزت و توقیر کی صورت میں ہو یا ایثار و وفا کی صورت میں ہو. بہت ساری

آیاتِ بینات ان حقیقتوں کی عظمت بیان کر رہی ہیں احادیث تو حدِ شمار سے باہر ہیں بہرحال ہر عظمت و فضیلت کے پیچھے کوئی آلوہی یا نبوی جذباتی فیصلہ نہیں بلکہ ہر صاحبِ فضیلت کا کردار مؤثر ہے اور یہی حقیقت ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

ان عزیمت پر مشتمل تمام کرداروں کو جب یکجا کیا جائے تو انکا مرکز و منبع اور اسوۂ کامل سید بطحا حضرت ابوطالب علیہ السلام کا پیکرِ عظمت نظر آتا ہے، اس اعتبار سے میری قلم یہ لکھنے پر مجبور ہو گئی کہ ہر فضیلت کا مبدا اور معیار ابوطالب ؑ ہیں۔

بلکہ فضیلت فضیلت بنتی ہی تب ہے جب دہلیزِ بوطلبی پر بوسہ زن ہوتی ہے۔

عظمت وشانِ ابوطالبؑ اور قرآنِ عظیم

قارئین محترم ! عظمتِ نبوت کے بعد جتنی بھی کسی انسان کے لیے متعینہ عظمتیں ہیں خصوصاً جن عظمتوں کی نشاندہی قرآن کریم فرماتا ہے ہر عظمت کا پہلا معنیٰ مصداق خواجۂ بطحا سیدنا ابوطالبؑ ہیں ۔ کیونکہ قرآنِ کریم نے ہر عظمت کا پس منظر انسان کے کسب اور ریاضت کو قرار دیا انسانی جد جہد انسان کی عظمت میں بنیادی موثر ہے، مگر یہ سب کچھ محض انداز ے سے نہیں بلکہ توفیقِ الہی ہر حقیقی عظمت کا پہلا موثر ہے۔

کسی کو کسی عظیم فضیلت واحسان سے نوازنا محض فضل الہی ہے اسکے بغیر کچھ بھی نہیں جہاں تک مسلم اُمہ میں مناقب وفضیلت کی تدریج ہے اس کا پیرامیٹر قرآنِ کریم نے ابتدأ فنائیت فی اللہ اور فنائیت فی الرسول کو قرار دیا ہے دس سن نبوی تک جتنا اور قرآنِ کریم نازل ہوا اس میں بنیادی عنوانات توحید و رسالت آخرت اعلیٰ اخلاق اور اطاعت رسول عزتِ رسول خدمتِ رسول نُصرتِ رسول حمایت رسول اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ ہیں اور انہی عظمتوں کو ہی معیارِ فضیلت قرار دیا گیا ہے، سیدنا ابوطالبؑ ان تمام عظمتوں کے سب سے پہلے امین ہیں اور یہ مکمل تواتر سے ثابت ہے جنکی تفصیل دیئے گئے عنوانات کے ذیل میں آپکو ملے گی۔

پوری کائنات میں جو سب سے منفرد عظمت ہے وہ سید بطحا ابوطالب کی پیکرِ رسالت سے پیوستگی ہے انضمامیت ہے فاوٰی کی صورت میں قرآنی گواہی موجود ہے

اس عظمت کا انکار ممکن ہی نہیں اس اعتبار سے یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ہر عظمت ہر فضیلت کا پہلا تاجدار سید بطحا حضرت ابوطالبؑ ہیں انکا ایثار و فا پر مشتمل کردار انکی ہر عظمت کی روشن دلیل ہے مزید کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔

حضرت سیدنا ابوطالب رضی اللہ عنہ جب تک زندہ رہے اسلام اور اہل اسلام کا وقار بلند رہا نہ تو کوئی کافر بانئ اسلام کی طرف میلی آنکھ سے دیکھ سکا نہ اہلِ اسلام کی طرف دیکھ سکا یہ بابا پورے کفر کے سامنے سدِ سکندری بن کر رہا اس لیے یار لوگوں نے ان کے وقار کو تباہ کرنے کی ہر کوشش کی مگر ہر سطح پر ناکام رہے للکارِ بوطلبی نے تمام کفار مکہ کو دس سن نبوی تک دبوچ رکھا سر نہیں اُٹھانے دیا اسی لیے عزیمت بوطلبی ہر عظمت کا پہلا عنوان قرار پائی بلکہ معیار قرار پائی۔

اسلام کے سفیرِ اوّل حضرت ابوطالب علیہ السلام

سفارتکاری ریاستی امور میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے سفارتکار اپنے ملک کی خوبیاں بیان کر کے لوگوں کا اعتماد حاصل کرتا ہے اور انکو ہر لحاظ سے اپنے ملک سے وابستہ کر دیتا ہے۔

سیدنا ابوطالب علیہ السلام نے پہلے مقامی طور پر یہ فریضہ سرانجام دیا کفارِ مکہ آپ کے اس حُسنِ تدبّر سے اپنی تمام سرگرمیوں میں بے بس رہے آپ نے عرب کے بہت سارے قبائل پر اسلام کی حقیقت و عظمت کو واضح فرمایا بعد ازاں بین الاقوامی سطح پر اپنا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے پہلا سفارتی خط جناب نجاشی شاہِ حبشہ کے نام لکھا یہ اُس وقت کی بات ہے جب پہلی ہجرتِ حبشہ ہوئی مہاجرین کو تباہ کرنے کے لیے کفر

کے سرغنے ابوسفیان کی معیتمیں تعاقب کرتے ہوئے حبشہ میں پہنچے۔

شاہِ حبشہ کو ورغلانے لگے اُدھر سے شاہ بطحا کا سفارتی خط نجاشی کو پہنچ گیا اس طرح کفارِ مکہ کی غنڈہ گردی ناکام ہوگئی شاہ مکہ کے خط کے مندرجات یہ تھے۔

اَتَعْلَمُ مَلِكَ الْحَبْشِ اَنَّ محمداً نبی کموسی والمسیح ابن مریم اتی بھدی مثل الذی اتیابہ وکل بامر اللہ یھدی ویعصم وانکمو یتلونہ فی کتابکم بصدق حدیث لا بصدق التراجِم فلا تجعلوا للہ نِدًّا و اسلموا۔ وان طریق الحقِ لیس بظلم۔

ترجمہ! شاہِ حبشہ کو علم ہونا چاہیے کہ بے شک محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نبی ہیں۔

یہ روشن ہدایت لیکر تشریف لائے ہیں اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ایسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کتب ہدایت لے کر آئے تھے۔

محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے لوگوں کو روشن راستہ بھی دکھاتے ہیں اور حصارِ نور سے لوگوں کی حفاظت بھی فرماتے ہیں۔

اور اے شاہِ حبشہ تم سب لوگ اُنکی عظمت وحقیقت کو اپنی کتابوں میں مسلسل پڑھتے رہے یہ بات اپنی سچائی کے حوالے سے تمہاری کتابوں میں بطور نص موجود

ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور اسلام لے آؤ بیشک یہی حق کا راستہ ہے اس میں صرف روشنی ہے اندھیرا نہیں۔

قارئین محترم ! اس سفارتی خط کا یہ اثر ہوا کہ مہاجرین کو شاہِ حبشہ کے دربار میں پذیرائی ملی اور ابوسفیان کو رسوائی ملی، بعد ازاں سیدنا ابوطالبؑ کے لختِ جگر سیدنا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے دربار میں پُر اثر تقریر فرمائی جس پر شاہِ حبشہ نے باقاعدہ اسلام قبول کیا ہجرت والوں کو مکمل تحفظ دیا عزت دی تکریم دی دربار رسالت میں نذرو نیاز پیش کئے یہ ہے سیدنا ابوطالبؑ کی سفارتی بصیرت، اب باقاعدہ مناقب و فضائل ابوطالب علیہ السلام کو درجہ بدرجہ بیان کیا جاتا ہے۔

اسلام کا پہلا مؤحد

حضرت ابوطالب علیہ السلام اسلام کے پہلے موحِد اور عارف باللہ اور فنافی اللہ ہیں۔

تفصیل ! توحید باری تعالیٰ کا یقین محض مذہبی اکائی نہیں بلکہ انسانی تقویم کی فطری مجبوری ہے، ارتقائے انسانیت اور بقائے انسانیت کی روشن ضمانت ہے اور نجات کا پہلا حوالہ ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام اسی یقینی حقیقت کی تبلیغ میں مصروفِ عمل رہے۔

سرزمین عرب ہزاروں سال تک اس روشنی سے محروم رہی بنی اسمٰعیل علیہ السلام سے نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے سرزمین عرب کو وحدانیت

خداوندی کی روشن حقیقت سے منور فرما دیا۔

مگر اس کا باقاعدہ آغاز تبلیغی مساعی عمر مبارک کے چالیسویں سال نزول وحی کے بعد فرمایا اور ہاں یہ نہ سمجھا جائے کہ کاشانۂ نبوت میں توحید باری تعالیٰ کا شعور ہی چالیس سال بعد آیا۔

ایسا ہرگز نہیں بلکہ ابتدائے کائنات سے بھی پہلے خاندانِ نبوت کے قدسی لوگ حضورِ عظمتِ الٰہی میں لا الہ الا اللہ کا ورد فرماتے رہے۔

حُسنِ الوہیت کی تسبیح بیان فرماتے رہے (الحدیث طبرانی) عالمِ شہادت میں انکا یہ تسلسل جاری رہا ظہورِ اسلام سے پہلے جناب ابوطالبؑ باقاعدہ اس کا حوالہ بنے رہے للکار للکار کر فضائے مکہ میں انکی یہ آواز گونجتی رہی۔

ملیك الناس ليس له شريك

هوالوهاب والمبدئ- والمعيد

ومن تحت السماء له بحق

ومن فوق السماله عبيد

(کلام ابوطالبؑ)

ترجمہ! میرا یقین اس مالک الملک پر ہے جو پوری کائنات کا خالق و مالک ہے یقیناً اس کا کوئی شریک نہیں وہی صاحب عطا ہے کائنات کی ابتدا بھی اس کی قدرت سے ہے اور کائنات کی ہر حقیقت اسی کی طاقت کے سامنے سرنگوں ہے اسی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اور جو کچھ آسمانوں کے نیچے ہے اُسی کے حضور محوِ تکریم

ہے۔

اور جو کچھ آسمانوں کے اوپر ہے اُسی کی بندگی میں سرمست ہے

فلا تجعلو لله نداو اسلمو

وان طریق الحق لیس بمُظلمٖ

(کلام ابوطالب)

(اے لوگو) اللہ تعالیٰ کا شریک کسی کو نہ بناؤ اور اسی کے حضور اپنا سر جھکا دو یہی حق کا روشن راستہ ہے اس میں کسی قسم کا اندھیرا نہیں۔

نوٹ! یہ اشعار جناب ابوطالب علیہ السلام نے بطورِ سفیرِ اسلام جناب حضرت نجاشی شاہِ حبشہ کو بھی لکھ بھیجے جب مسلمانوں نے اس کی طرف پہلی ہجرت کی تھی۔

(فریدی)

اور جب کبھی کفارِ مکہ نبیٔ آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوتِ اسلام میں مزاحمت کرتے تو سیدنا ابوطالب علیہ السلام حُسنِ تدّبر سے میدان میں اُتر کر فرماتے۔

وما ذنب الذی من یدعو الی الله وحده

ودین قدیم اهله غیر خیب

(کلام ابوطالب)

(اے بدحواس لوگو) محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمہیں دعوت اللہ تعالیٰ کی طرف دیتے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور یہی قدیمی دین ہے کوئی نیا دین نہیں تمام انبیاء علیہم السلام اسی دین کی تبلیغ فرماتے رہے یقینا جو اس دین کو قبول کرتا ہے خسارے میں نہیں رہتا ہے۔

قارئین محترم ! یہ ہے کامل استغراق ذاتِ حق تعالیٰ میں ۔جس سرزمین عرب سے گھر گھر لات عزیٰ منات وغیرہ کی صدائیں بلند ہو رہی ہوں اس سرزمین پر لاالٰہ الااللہ کا نعرہ مستانہ لگانا کوئی آسان بات نہیں یہ صرف جگرِ ابوطالب علیہ السلام کی طاقت ہی ایسا کرسکتی ہے کیونکہ وہ خدائے ذوالجلال والاکرام کی محبت و معرفت اس قدر غرق تھے

نہ انہیں اپنے سماج کی پرواہ رہی نہ رشتوں کی نہ اپنی ذات کی رہی ہے۔

فضائے مکہ میں گرجدار آواز میں کُھلے عام یہ کہتے رہے کہ میرا رب مالک الملک لاشریک ہے یہی معرفتِ الٰہی ہے جہاں خدا تعالیٰ کا یقین ہو وہاں بندے کو کچھ بھی نظر نہ آئے حتیٰ کہ اپنا آپ بھی نظر نہ آئے یہی فنائیت فی اللہ ہے اور یہی مقصدِ تخلیق انسانیت ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ○

(سورۃ ذاریات آیت ۵۶)

اسلام میں اس منزل کا پہلا کامیاب مسافر حضرت ابوطالب علیہ السلام ہے اور یہ ابلاغ کلمہ سے بہت پہلے کا نعرۂ مستانہ ہے کیونکہ نورِ توحید انکا خمیر تھا۔

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهٖ

(سورۃ زخرف ۲۸)

قرآن کی گواہی موجود ہے۔

اسلام کا سب سے پہلا مؤمن

ایمان بالرسالت کا پہلا عنوان حضرت ابوطالبؑ

قارئین محترم ! ایمان باللہ کی تکمیل تب ہوتی ہے جب ایمان بالرسالت نصیب ہو اس عنوان کی بابت جب تاریخی شواھد کا ہم مطالعہ کرتے ہیں تو سیدنا ابوطالب علیہ السلام اس کا سب سے پہلا حوالہ ہیں تمام ایمان لانے والوں میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوطالب علیہ السلام ہیں یہ اس وقت ایمان لائے جب میرے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پنگھوڑے میں آرام فرما ہوئے آپ تشریف لاتے انہیں اٹھا کرلوریاں دیتے اور برملا یہ صدائے دلنواز بلند کرتے۔

یا شاھد الخلق علی فاشھدِ
انی علی دین النبی احمد
من ضل فی الدین فانّی مھتدی
یارب فاجعل فی الجنان مقعد

ترجمہ! اے ذاتِ حق مخلوق کا مشاہدہ فرمانے والے تو گواہ ہو جا میں دین احمد پر ہی ہوں جو اس مقدس دین سے گمراہ ہے تو ہوتا رہے۔

بیشک میں اسی ہدایت پر ہوں اے رب میرا ٹھکانہ جنت

میں بنادے۔

نوٹ! یہ تسلسل حضرت ابوطالب کا عمر بھر جاری رہا۔

حضرت ابوطالبؑ رسول اللہ ﷺ کو اپنے پہلو میں لیکر یوں گویا ہوتے۔

انت الرسول رسول الله نعلمه
عليك نزل من ذی العزة الكتب

(کلام ابوطالب)

ترجمہ! یارسول اللہ ﷺ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں یہ میرے یقین کی معراج ہے اور یقیناً آپ پر سب سے زیادہ وعزت والی کتاب نازل ہوگی۔

پھر سینے سے لگا کر یوں کلام فرماتے ہیں!

لقد اکرم الله النبی محمدا
فاکرم خلق الله فی الناس احمد

ترجمہ! تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمام بزرگیاں اپنے محبوب نبی محمد ﷺ کے نام کردی ہیں پوری مخلوق میں ساری انسانیت میں محمد ﷺ ہی افضل ہیں۔

پھر بوسہ دیکر یوں فرماتے!

وشق له من اسمه ليجله
وذوالعرش محمود وهذا محمد

ترجمہ! شانِ الٰہی نے اپنے محبوب کو اپنا ہی نام عطا فرمادیا یعنی اپنے اسم مبارک سے اپنے محبوب کا نام نکالا تاکہ اسے خوب روشن کردے خود تو صاحب عرش

ہے (مالک عرش) صاحب تعریف ہے اور یہ محمد ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنکی بار بار تعریف ہوتی ہے

پھر لوری دیتے ہوئے یوں لب کشائی فرماتے !

انت النبی محمد قرم اغرُّ مسود

لمسو دین اکارم طابو وطاب المولد

ترجمہ ! اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہی یقیناً اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں آپ ہی تاجدار انبیاء ہیں نبیوں کے سردار ہیں آپ کے قدم رنجہ فرمانے سے کائنات روشن ہوگئی

(دیوان ابی طالب)

حضرت ابوطالبؑ بے مثل شانِ صحابیت کا نقشِ اول ہیں

قارئین محترم ! صحبتِ نبوی ایک کائناتی عظمت ہے ایک لمحے کی صحبت پوری کائنات کی عظمتوں سے بالاتر ہے اور جس بلند بخت کو جتنی صحبتیں زیادہ میسر رہیں اتنا ہی اس کا مقام افضل و اعلیٰ ہے سیدنا ابوطالب علیہ السلام کو یہ مبارک صحبتیں قربتیں چونکہ سب سے زیادہ ملی ہیں چالیس سال اظہارِ نبوت سے پہلے کی مسلسل صحبتیں اور دس سال اعلانِ نبوت کے بعد کی اس اعتبار سے کائنات کے کسی شخص کو اتنی تسلسل پذیر صحبتیں قربتیں نہیں ملی بنا بریں یہ نفس محترم تمام اصحاب رسول سے افضل ترین قرار پائے کائنات کا کوئی شخص انکے مرتبہ حرمت تک نہیں پہنچ سکتا۔

صحبتِ نبوی کا بلند ترین مقام

اس انفرادیت میں حضرت ابوطالبؑ کا ہم پلہ کوئی نہیں دن بھر نبوت انکے

پہلو میں رہتی اور رات بھر پیکرِ نبوت ان سے لپٹ کر سوتے اور یہ اُس پیکرِ عصمت سے لپٹ کر سوتے خانگی حالات کے علاوہ مکمل پچاس سال کا مبارک عرصہ یوں ہی گذرا وجودِ نبوی فیض بار ہوتا اور یہ عین تمنا بن کر فیض حاصل کرتے رہتے ۔ اب علم کے دائرے یہاں سمٹے نظر آتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے انہیں کیا دیا اور انہوں نے کیا حاصل کیا اللہ اکبر۔

حضرت ابوطالب کی صحابیت قطعی اور یقینی ہے

جو حقیقت کسی قطعیت کے ساتھ ثابت ہو اسکا یقین کرنا ضروری ہوتا ہے جس طرح سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کی قطعیت پر یقین کرنا اہلسنت کے مطابق ضروری ہے کیونکہ انکی صحابیت کی قطعیت پر قرآن کی دلیل موجود ہے سورہ توبہ کی معروف آیت !

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ؕ

(سورۃ توبہ آیت ۴۰ القرآن)

اگر چہ نام منصوص نہیں کہ دلالت ظاہری قطعی قرار پائے اور یہ بات مکمل تواتر سے ثابت ہے کہ شب ہجرت غار میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی تھے اور کوئی نہ تھا اب معنیٰ آیت میں کوئی ابہام نہ رہا بنابریں دلالت بھی قطعی قرار پائی اب یہ آیت اپنے ثبوت اور دلالت میں قطعی قرار پائی مذکورہ آیت کریمہ کا کل معنیٰ و مصداق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قرار پائے لہٰذا انکی صحابیت قطعی قرار پائی اسی لیے علمائے اہلسنت

نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ اس قطعی حقیقت کا انکار کفر ہے اس تقدس کے خلاف حرف زنی کرنا کفر تر ہے اس میں کوئی دو رائے نہیں ایسا ہی ہے مگر اہلسنت کے علماء کا منصبی فرض ہے کہ وہ اپنے اس قاعدہ پر ہر جگہ اسی یقین سے فتویٰ دیا کریں تو اُمت اپنی وحدت کی عظمت سے پیوستہ ہو جائے گی جس قاعدے سے صدیق اکبر کی صحابیت کا منکر کافر ہے اُسی قاعدے سے صحابیتِ ابوطلبی کا منکر بھی کافر ہونا چاہیے ورنہ قاعدہ بدلو کیونکہ یہ قطعی تر ہے۔

تفصیل

اہلسنت کے اس تصورِ علم میں ایک اور روشن تر حقیقت کی نشاندھی کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اپنے احسانات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ○

(سورۃ ضحیٰ آیت ٦)

حبیب ہم نے آپکو یتیم پایا اور اپنی آغوشِ رحمت عطا فرمادی۔

اس آغوشِ رحمت کا کامل معنیٰ و مصداق سیدنا ابو طالبؑ قرار پائے پوری کائنات کے مفسرین مجبور ہوگئے یہ معنیٰ بیان کرنے میں کیونکہ اس ذاتِ والاصفات کے علاوہ کسی کو اور کوئی مصداق و معنیٰ ملا ہی نہیں۔

حسبِ سابق قاعدۂ اہلسنت کے مطابق اب آیت کریمہ کی دلالت بھی حضرت ابوطالبؑ کے حق میں قطعی قرار پائی اور یہ دلالت ایک مکمل تواتر سے ثابت ہے۔

اور تواتر بذات خود مفید یقین ہوتا ہے اور قطعیت کا درجہ

رکھتا ہے۔

(کتب عامہ اصول فقہ حنفی)

اب مذکورہ آیت کریمہ اپنے ثبوت اور دلالت میں بطور قطعی دلیل مؤثر ہے اور پوری کائنات میں آیت اور معنیٰ آیت میں کوئی علمی مانع نہیں۔

بنابریں سید بطحا حضرت ابوطالبؑ کی صحابیت یقیناً یقیناً قطعی تر ہے اس میں کوئی دو رائے نہیں اب معاصر اہل علم سے گذارش ہے یا اپنا تصورِ علم بدلیں یا اپنے تکفیری مصنوعی فسانے پر نظرِ ثانی فرمائیں اور سید بطحا کی صحابیت کی قطعیت کا یقین کر کے اسکے منکر کو کافر قرار دیں۔

نوٹ ! جو روایتیں تکفیر ابی طالبؑ کے مضمون پر مشتمل ہیں وہ ثابت ہو چکا ہے محض مصنوعی ہیں انکی کوئی یقینی حقیقت نہیں حصہ حدیث میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابوطالبؑ کی منفرد صحابیت

قارئین محترم ! ہر صحابی رضی اللہ عنہ کی شانِ صحابیت اپنے اپنے مقام کے لحاظ سے یقیناً بے مثل ہے مگر سیدنا ابوطالبؑ کی صحابیت کا مقام سب سے افضل و اعلیٰ اور بلند ہے۔

وضاحت ! ہر صحابی رضی اللہ عنہ صحبت اور معیت تک محدود رہا مگر سید بطحا حضرت ابوطالب علیہ السلام صحبت اور معیت کے دائروں سے بہت بلند ہو گئے۔

انہیں صحبت و معیت کے ساتھ ساتھ شانِ انضمامیت کا وہ منفرد مقام ملا جو اور کسی کو نہ مل سکا پوری کائنات اسکی گواہ ہے خدا تعالیٰ کی ذات اسکی گواہ ہے ذاتِ رسالت بھی

اسکی معترف ہے۔

وضاحت ! آیت کریمہ میں مذکور لفظ فَاٰوٰی کو تمام مفسرین نے الایواء سے مشتق مانا ہے جس کا معنیٰ انہوں نے انضمام کیا ہے یعنی ای ضمك الی عمك ابی طالب

(کتب تفسیر عامہ)

ترجمہ ! اے حبیب ہم نے آپکو آپ کے عَم (چچا) میں ضم کر دیا ہے۔

پیوست کر دیا ہے ملا دیا ہے یعنی دو وجودوں کو ایک کر دیا ہے طے یہ ہوا کہ پوری کائناتِ صحابیت میں شانِ انضمامیت کا ٹائٹل صرف اور صرف حضرت ابوطالب علیہ السلام کے نام ہے اور کسی کے نام نہیں اس اعتبار سے یہ نفس محترم وجود قدسیہ تمام اصحاب سے افضل قرار پائے اس فضیلت کے خلاف پوری کائنات میں دلیل کی بنیاد پر کوئی علمی مانع نہیں جو حضرت ابوطالب علیہ السلام کو شانِ انضمامیت سے الگ کر پائے اہلِ علم سے گزارش ہے کہ اس یقینی حقیقت کو کھلے دل سے قبول فرمالیں اُمت پر رحم کھا کر اُمت کو وحدت کی عظمت میں اترنے دیں۔

نوٹ ! اعلانِ نبوت کے بعد ایمان لانے والے اصحاب کی تدریج اپنے مقام پر بجا ہے۔

مگر اس نفس مکرم کی صحابیت کا درجہ ان درجات سے کہیں بلند ہے جس نے ایک نظر سے چہرۂ نبوت کا نظارہ چاہتوں سے کیا اسے صحابی کہا جاتا ہے اور جس نے پچاس سال تک دن رات مسلسل چہرۂ نبوت سے نظر ہٹائی ہی نہیں اُسے افضل الاصحاب کہا جاتا ہے۔(فریدی)

سید بطحا حضرت ابو طالبؑ

افضل بشر بعد الانبیاء کا پہلا عنوان ہیں

قارئین محترم ! ہم بچپن سے سن رہے ہیں۔ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق امیر المومنین ابو بکران الصدیق رضی اللہ عنہ کے اس مخصوص جملے کی مکمل تحقیق کی یہ جملہ نصا۔

یہ قرآن میں ملا ہے نہ حدیث میں تاہم یہ جملہ اپنی حیثیت ضرور برقرار رکھے ہوئے ہے۔

اکثر اوقات خطبہ جمعۃ المبارک میں لازماً بولا جاتا ہے خصوصاً اہلسنت کی مساجد میں اس کا اہتمام کیا جاتا ہے اس اعتبار سے میری جستجو مزید بڑھی بعض علم کلام کی کتب میں علماء کی طرف سے یہ جملہ فرطِ جذبات میں بولا جاتا ہے اور میں اس کی علمی دلیل کی جستجو میں اترا بطورِ دلیل جو روشن حقیقت سامنے آئی وہ عزیمت سے معمور سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کا کردار وفا نظر آیا۔

اس حوالے سے میرے دل سے بھی تصدیقی صدا بلند ہوئی۔

بلکہ ہر صاحب ایمان کے دل کی یہی کیفیت ہونی چاہیے صاحب عظمت کی عظمت کا یقین کرنا بھی فطرتِ سلیمہ ہے۔ تاہم جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عزیمت پر مشتمل کردار انکی افضلیت کی دلیل بن سکتا ہے اور یقیناً ہے تو پھر اس عزیمت سے

کہیں زیادہ بلند و بالا عزیمت سیدنا ابوطالبؑ کے دامن میں موجود ہے تو انکی افضلیت میں کون سی حقیقت مانع ہے؟ تکفیری روایات محض مصنوعی اور فضول ہیں۔

قارئین محترم ! اگر کوئی منصف مزاج اہلِ علم نصابِ عزیمت کا ترازو کرے قربانیوں کا تقابلی جائزہ لے ایثار و وفا کا میزان کرے عشق و محبت کو ماپے تو یقیناً جہاں سید بطحا حضرت ابوطالب علیہ السلام نظر آتے ہیں وہاں کوئی نظر نہیں آتا اب اس صورت میں انکو افضل البشر بعد الانبیاء نہ کہنا انتہائی بخیلی ہے۔

بنابریں مسکین نے کھلے لفظوں میں لکھا ہے کہ سیدنا ابوطالبؑ۔

شانِ افضل البشر بعد الانبیاء کا پہلا عنوان اور حوالہ ہیں۔

اسکے خلاف کسی کے پاس کوئی علمی نہ دلیل ہے نہ حوالہ ہے اگر ہے تو پیش کرے میں رجوع کے لیے حاضر ہوں اگر نہیں کرسکتا تو ضد چھوڑ دی جائے اس حقیقت کو تسلیم کیا جائے۔

سیدنا ابوطالبؑ شانِ صدیقیت کا اولین اُسوہ ہیں

قارئین محترم ! مبدءِ فضیلت قرآن حکیم کے مطابق !

(۱) عظمت رسول ﷺ کا یقین کرنا۔

(۲) خدمت رسول ﷺ میں پوری استعداد صرف کرنا۔

(۳) نصرتِ رسول ﷺ پر قربانی پیش کرنا۔

(۴) توقیر و عزتِ رسول ﷺ کا ہر صورت لحاظ رکھنا۔

(۵) اطاعت واتباع رسول ﷺ میں زندگی گزارنا۔

جس شخص میں یہ پانچوں عناصر بطور یقین و عمل موجود ہوں اُسے صدیق کہا جاتا ہے سیدنا ابوطالب علیہ السلام ان مناصبِ جلیلہ میں سب سے اول امام ہیں بدرجہ اتم

تفصیل

شانِ صدیقیت نبوت کے بعد سب سے پہلا مرتبہ ہے اور عظیم مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم انعام ہے قرآن کریم یوں بیان فرماتا ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝

(سورۃ نساء آیت ۶۹)

یہ وہ بلند بخت لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔

(۱) اُن میں پہلا طبقۂ انسانیت انبیاء علیہم السلام ہیں۔

(۲) طبقۂ انسانیت صدیقین ہیں۔

(۳) شہداء علیہم الرضوان ہیں۔

(۴) صالحین اولیاء کرام علیہم الرحمہ ہیں۔

یہی وہ مبارک لوگ ہیں جنکی رفاقت قرب وحضور انکی تکریم و تعظیم بہت ہی عظیم ہے بہت ہی حسین ہے۔

اور فرمایا ! ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝۷۰

(القرآن سورۃ نساء ۷۰)

انکی رفاقت اور قرب وتکریم اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل و احسان ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کی کفایت فرماتا ہے جو انکا ادب کرتا ہے کیونکہ نبوت صدیقیت شہادت صالحیت درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہیں۔

اسی لیے ہر نمازی اپنی ہر نماز کی ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے استدعا کرتا ہے

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵

اے اللہ مجھے سیدھے راستے کی ہدایت فرما

(سورۃ فاتحہ آیت ۵)

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہے نہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب ہے اور نہ ہی گمراہوں کا۔

(سورۃ فاتحہ آیت ۶۔۷)

ویسے قرآن کریم نے صدیق کا ٹائٹل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بیان فرمایا ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝۴۱

(سورۃ مریم ۴۱)

حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے بھی بیان فرمایا۔

يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ

(سورۃ یوسف ۴۶)

حضرت مریم صلوٰۃ اللہ علیہا کے لیے بھی استعمال فرمایا
وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ

(سورہ مائدہ ۷۵)

گویا شانِ صدیقیت حضورِ صمدیت الٰہی سے ایک عظیم مرتبہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو عطا فرماتا ہے اس میں کوئی دو رائے نہیں۔

میں نے جناب ابو طالبؑ کو صدیق اول کیوں کہا؟

قارئین محترم ! میں نے اس عنوان کی ابتداء میں واضح کیا ہے عظمت رسول۔ عزتِ رسول اطاعتِ رسول۔ خدمت رسول۔ نصرت رسول ﷺ کا کامل یقین انسان کو صدیق بنا دیتا ہے جناب حضرت ابوطالب علیہ السلام ان حقیقتوں کے کائنات بھر میں پہلے امین داعی اور سپاہی ہیں اور یہ ایک متواتر حقیقت ہے بنا بریں سیدنا ابوطالب علیہ السلام اسلام کے پہلے صدیق اکبر ہیں کائنات بھر میں اس کا کوئی علمی مانع نہیں۔

حوالہ وتفصیل ! حضرت سیدنا ابوبکر صدیق کی شانِ صدیقیت کا ایک پس منظر بیان کیا جاتا ہے کہ شب معراج سید المرسلین ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے اپنی عظمتِ معراج کو بیان فرمایا کفار مکہ نے طنزاً انکار کر دیا۔

تالیاں بجائیں شور مچایا نتیجۃً کافر بھی قرار پائے کاذب بھی قرار پائے اور زندیق بھی قرار پائے۔

مقابلۃً جب یہ خبر تاجدارِ صداقت جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک کفار مکہ

نے پہنچائی تو جواب میں شہنشاہِ حرمت وصداقت نے برجستہ بغیر سوچے بغیر پوچھے شانِ یقین سے کہا کہ میں دل سے اپنے آقا علیہ السلام کی اس عظمتِ معراج کی تصدیق کرتا ہوں تصدیق کرتا ہوں تصدیق کرتا ہوں۔ اس پر خدائے ذوالجلال نے فرشتوں میں اعلان فرمادیا کہ یہ شخص پہلے ابوبکر تھا اب ابوبکر صدیق اکبر ہے اور یہ منظر تاجدارِ ھل اتیٰ مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ مجتبیٰ مقتدا مھتدا اپنی آنکھوں سے حرمِ کعبہ میں دیکھ رہے تھے اس عنایتِ ربانی پر وہ حرم ہی میں وجد میں آگئے اور کہا آہا میں ابوبکر کالقبِ صدیق عرشِ الٰہی سے نازل ہوتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ اس وقت کا عالم اسلام خوشی اور سرمستی سے بھر گیا۔

منصف مزاج اہلِ علم سے گذارش

مذکورہ واقعہ اب حدتواتر سے بھی زیادہ آگے چلا گیا ہے ہر مؤمن کی تسکینِ قلب کا باعث بنا ہوا ہے، پر ذرا غور فرمائیں گے تو یقیناً حقیقت جلد سمجھ میں آجائے گی جس شخص نے صرف ایک معجزے کی تصدیق کی اُسے امت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نام سے پکارتی ہے اور جس نے لاکھوں معجزات کی تصدیق کی پچاس سال تک ہر دن ہر لمحے ایک نئے معجزے کا مشاہدہ فرمانے والی ذاتِ عظیمہ اور انکی تصدیق کرنے والی ذاتِ کریمہ کا نام نامی اسمِ گرامی سید بطحا حضرت ابوطالبؓ ہے بولیے جناب انکی شانِ صدیقیت کا رتبہ و مقام کیا ہوگا؟ اللہ اکبر!

معجزۂ معراج بھی اگرچہ بہت بڑا معجزہ ہے مگر قرآن کریم اس سے بھی بڑا معجزہ ہے، کائنات میں سب سے پہلے جس شخص نے قرآنِ کریم کی تصدیق کی اُسے

ابوطالب علیہ السلام کہا جاتا ہے اسے سید بطحا کہا جاتا ہے اسے عمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہا جاتا ہے فرماتے۔

اویؤمنو بکتاب منزل عجب
علی نبی کموسی او کذی النون.
یاتی بامر جلی غیر ذی عوج
کما تبین فی آیات یا سین

بلند بخت ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب پر ایمان لائے جو دلوں کو نور اور مٹھاس سے بھر دیتی ہے اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایسے ہی نازل فرمائی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام پر کتابیں نازل فرمائیں۔

یہ کتاب روشن پیغام لائی ہے نبی اس روشنی کے علمبردار ہیں اس کتاب میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں اگر دلیل چاہتے ہو تو سورہ یٰسین کی آیات پڑھ لو روشن ضمیری نصیب ہو جائیگی، سبحان اللہ!

طے یہ ہوا کہ شانِ صدیقیت کا پہلا عنوان سیدنا ابوطالب علیہ السلام ہیں۔

(مزید دلائل مقدمہ عرفانِ ابوطالب اور قرآن عظیم کی جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں)

حضرت ابوطالبؑ فنائیت فی الرسول کا پہلا باب ہیں

قارئین محترم ! فنافی الرسول علیہ السلام ہونا مومن کی اصولی معراج ہے یہ قرآن کریم نے اس مضمون کی سینکڑوں آیاتِ بینات میں بیان فرما کر اسی عظمت پر

تکمیل ایمان کی سند جاری فرمائی ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں کثرت کے ساتھ اس عظمت کو بیان فرمایا گیا ہے ہزاروں حوالے اصحابِ رسول ﷺ کے اس عنوان کی بنیاد ہیں حتیٰ کہ اصحابِ رسول علیہ السلام اس عظمت میں اس قدر آگے چلے گئے کہ حالتِ نماز میں بھی رخِ مصطفےٰ ﷺ میں گھر جاتے فرطِ جوش میں بے ساختہ بولنا شروع کر دیتے کَاَنَّ وجهه ورقه مصحف ۔کہ رسول اللہ ﷺ کا رخسار تو قرآنِ کریم کا کھلا ہوا ورق ہے۔

(صحیح بخاری)

حجۃ الوداع کے موقع پر غلبہء اسلام کی عظمت کو آقا علیہ السلام نے مشاہدہ فرمایا میدانِ عرفات عاشقانِ مصطفےٰ ﷺ سے بھر گیا تاجدارِ ختم نبوت نے مست الست لوگوں کی مڈھ بھیڑ دیکھی فرطِ جذبات کو دیکھا خدا کی بندگی میں رِندھے ہوئے احساسات کو دیکھا نیاز مندی کی کیفیات کو دیکھا تو فرطِ رحمت سے تبسم فرمایا دندان مبارک کی ریخوں سے نکلنے والے نور نے میدانِ عرفات کو بقعہء نور بنا دیا تمام اصحابِ رسول حسنِ رسالت میں کھو گئے فنا ہو گئے۔

کائنات کے شہنشاہ نے فرمایا ہوش کرو میں نے کائناتی نظام کو بیان کرنا ہے مگر اس حالت میں کس کو ہوش آئے سب بے تابِ تمنا بن کر چہرہ مصطفےٰ ﷺ کو تک رہے تھے شہنشاہِ حسیناں نے فرمایا لوگو بتاؤ آج دن کون سا ہے؟ مہینہ کونسا ہے؟ جگہ کونسی ہے؟ مکہ کی طرف رُخِ رحمت کر کے ہاتھ بڑھا کر فرمایا اس شہر کا نام کیا ہے؟ سب نے بیک زبان کہا اے شہنشاہِ دو عالم ﷺ۔

جب سے تورے سنگ لاگے نین پیا

ہم بھول گئے کونین پیا

ہم آپ کے علاوہ کچھ نہیں جانتے، یہ منظر دیکھ کر رحمتِ الٰہی جوش میں آ گئی فرمایا محبوب یہ سرمست تیرے پیار میں اتنے فنا ہو گئے کہ کائنات بھی بھول گئے اور اپنی ذات بھی بھول گئے انکو میری طرف سے مبارک باد دو اور کہو۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط

(القرآن مائدہ آیت ۳)

کہ تمہارا دین آج مکمل ہوا ہے اور میں نے اپنی تمام نعمتیں آج تک مکمل فرما دی ہیں اور میں راضی ہو گیا ہوں تمہارے لیے اسلام بطور دین کے۔

قارئین محترم ! اس سے قبل کٹھن مشکلات کا مقابلہ ہوتا رہا مگر دین مکمل تب ہوا جب لوگ فنافی الرسول ہو گئے اور فنا فی الرسول وہی ہوتے ہیں جو ایمان کی اعلیٰ معراج پر ہوں کوئی بھی کافر فنافی الرسول نہیں ہوگا بلکہ وہ رسول کو فنا کرنے پر تلا رہتا ہے۔

اب اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طرزِ عشق نے طے کر دیا جو اس مقام پر ہو اللہ تعالیٰ اس کی عظمتِ یقین کی تصدیق کرتا ہے فنافی الرسول لوگ کامل اور سچے مومن ہیں۔

اب آیئے ہم جاتے ہیں اس عاشق زار فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جہاں تمام عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسوۂ عشق ملتا ہے راہِ مستقیم کے خطوط ملتے ہیں وفائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی دورس ملتے ہیں بلکہ انکی بارگاہ میں تو حضرتِ عشق

بھی اپنے وجود کا سوال کرتا نظر آتا ہے اسی ذاتِ والا صفات کو سید بطحا حضرت ابوطالب علیہ السلام کہا جاتا ہے اسی کو کائنات بھر کے عاشقوں کا امام کہا جاتا ہے اسی کو وفائے رسول کا پہلا عنوان کہا جاتا ہے اسی کو قربانیوں کے تسلسل کا پہلا مقتدا مانا جاتا ہے، اسی کو اعتمادِ خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہا جاتا ہے، ہے کسی میں دم خم کہ انکی کسی گرم سانس کا مقابلہ کر پائے؟ سرد آہ کا مقابلہ کر پائے انکی بیداریوں پہرے داریوں کا مقابلہ کر پائے؟ انکی وفاؤں کا مقابلہ کر پائے انکی دلداریوں کا مقابلہ کر پائے؟

قارئین محترم ! اگر میں مسکین اس عاشق زار اور فنافی الرسول کے نقش اول کی داستانِ فنائیت چھیڑ دوں تو کائنات کے صفحات ختم ہی ہو جائینگے قلمیں سوکھ جائیں گی سیاہی کے سمندر خشک ہو جائینگے کسی عاشق صادق کی آہ کا ایک لمحہ تحریر میں نہیں آسکتا یہاں تو پچاس سال کی داستانِ عشق و وفا ہے میری بے بسی ہے نہ مجھے اس کی ابتدا کا علم ہوسکا نہ میں اسکی انتہاء تک پہنچ پایا، بس برکت کے طور پر کچھ معروضی مگر مختصر ترین حالات رقم کئے دیتا ہوں، خود انکی زبانی عرض کر دیتا ہوں۔

فرماتے ہیں !

فَبِت يجا فيني تهلل دمعه ، وعبرته عن مضجعني

ووساد

میرے حبیب میں تیری پہرے داریوں میں راتیں بتاتا ہوں کبھی بستر پر سو سو کر میں نے نہیں دیکھا ہمیشہ بستر سے الگ رہتا ہوں تیرا رونا مجھے اتنا رلاتا ہے کہ میرا بستر بھی اور تکیہ بھی آنسوؤں سے تر ہو جاتا ہے۔

پھر جب تیرے والد گرامی جناب عبداللہ علیہ السلام کی رعنا جوانی کی موت یاد

آتی ہے تیری یتیمی کا درد ستاتا ہے تو میں اپنی آنکھوں سے کہتا ہوں۔

عین ائذنی ببکاء آخر الا بد
ولا تملی علی قرم لنا سند

(دیوان ابوطالب)

اومیری آنکھو آؤ میرا درد بانٹ لو میرے رونے میں میری مدد کرو مجھے رونے کی کھلی اجازت دو حتیٰ کہ میرے روتے روتے قیامت آجائے تب تک میرا ساتھ دو رونے میں بلکہ قیامت سے ابدالاباد تک میری ہمنوائے غم بن کر رونے میں میرے ساتھ رو و مگر رونے میں شرط یہ کہ تھکنا ہرگز نہیں ہم اس سردار پر رو رہے ہیں جو بنی ہاشم میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں پوری عمر حضرت ابوطالب علیہ السلام نے یوں ہی گذار دی ہر لمحہ عشقِ رسالت میں اور فنائیت فی الرسالت میں گذرا اس نفس محترم پر تو خود شانِ ایمان ناز کرتی ہے چہ جائیکہ ان سے ایمان نہ لانے کا گلہ کیا جائے۔

انسان اپنی ذات سے زیادہ محبت اپنی اولاد سے کرتا ہے اولاد کی بہتری کے لیے مرمٹتا ہے اولاد پر آنچ نہیں آنے دیتا خود قربان ہو جاتا ہے اولاد کو بچا لیتا ہے مگر سلام ہو سید بطحا حضرت ابوطالب علیہ السلام پر جو اپنی اولاد کو ہر روز نصیحت وصیّت فرماتے ہیں کہ میرے بچو میں نے تمہیں پالا ہی اس لیے ہے کہ تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور انکے دین پر قربان کر دوں، فرماتے ہیں۔

کونوا فدی لکم نفسی وما ولدت
من دون احمد عند الروع اتراسا

(اے میری اولاد اور عزیزو) جب خطرات میرے محمد کی طرف رخ کریں تو

تم پر واجب ہے کہ تم میرے محمد کریم ﷺ پر قربان ہو جاؤ خصوصاً

اوصی بنصر النبی الخیر مشهده
علیا ابنی وعم الخیر عباسا

(دیوان ابی طالب)

خاص کر میری یہ وصیت میرے عزیز بیٹے علیؓ کے لیے اور جناب عباس بن عبدالمطلب علیہما السلام کے لیے ہے، (بلکہ تمام بنی ہاشم کے لیے)

بالخصوص ! اے علیؓ تو میرا مخاطب ہے کیونکہ تجھے تیری ماں نے پالا ہے اسی لیے ہے کہ تو نے محمد ﷺ پر قربان ہو جانا ہے۔ کیونکہ !

ان الامین محمد فی قومه
عندی یفوق منازل الاولاد

بیشک میرے محمد اپنی قوم میں امانت کے تاجدار ہیں مجھے میری اولاد سے مجھے کہیں اوپر نظر آتے ہیں جب ان کا دل دکھتا ہے تو۔

فا رفض من عینی دمع ذارِف
مثل الجمان مفرق ببداد

(دیوان ابی طالب)

تو میری آنکھیں ساون کی برکھا بن کر برستی ہیں میری آنکھوں سے بہنے والے آنسو ٹپ ٹپ موتیوں کی طرح کجاؤں پر بکھر جاتے ہیں۔

یعنی شدت غم سے اتنے برستے ہیں کہ رکنے کا نام نہیں لیتے بہر حال جہاں تک میرے بیٹے علیؓ کا معاملہ ہے تو سن اے میرے کریم محمد ﷺ۔

امّا علی فارتبته امه ونشاء
علی مقةٍ له وتتزیدا

علی کو علی کی ماں نے پالا ہی اسی لیے ہے کہ وہ محمد کریم ﷺ پر قربان ہو اور ہر آن اس کا شوقِ شہادت بڑھ ہی رہا ہے بڑھ ہی رہا ہے۔

مجھے میرے بیٹے کا یہ شوق اتنا پسند آیا ہے، کہ یہ میرا بیٹا اب میرے لیے لائق تکریم ہو گیا ہے۔

فاکرم بمن یفضی الیه بامرہ
نفسا اذا عد النفوس محتدا

جب سے میرے بیٹے علیؑ نے خود کو سپردِ محمد کر دیا ہے قربانی کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے تو اس وقت سے میں باپ ہو کر اس کی تکریم کو خود پر واجب سمجھتا ہوں یہ فنائیت فی الرسالت میں اتنا آگے چلا گیا ہے یہ دنیا میں بھی نفس رسول ہونے کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے اور آخرت میں انہیں نفس رسول کہہ کر پکارا جائیگا۔

قارئین محترم ! حجروں میں بیٹھ کر تسبیح خوانی سے فنافی الرسول ہونے کا دعویٰ کرنا اور ہے اپنی ذات اپنی اولاد اپنا مال اپنا کنبہ سب ذاتِ رسول پر قربان کر دینا یہ فنائیت فی الرسالت کا اور مقام ہے۔

تسبیح خوانی آسان ہے مگر ہر تن کی قربانی آسان نہیں یہ صرف حضرت ابو طالبؑ اور بوطلبیوں کا کام ہے، مزید اس پر کچھ لکھنا اب میرے بس میں نہیں فنائیت فی الرسالت کے مقام کو اور حضرت طالب علیہ السلام کو دیکھا جائے تو عزیمتوں کا ایک

وسیع جہاں ہے جس کا احاطہ ممکن ہی نہیں، فرماتے ہیں۔

اصبرن یا بنی فالصبر أحجی
کل حی مصیرہ الیٰ لشعوب
قد بلیٰ الصبر والبلاء الشدید
لفداء الحبیب وابن الحبیب

اے میرے عزیز بیٹے علی حمایتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مشکلات اور مصائب آئینگے بس اس وقت آپ انتہائے صبر پر پہنچ جانا آزمائشوں میں صبر بھی اگرچہ بہت بڑی بلا ہے مگر سب سے بڑی آزمائش و بلا میرے محبوب بھائی کے بیٹے اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہونا ہے کیونکہ وہ میری محبتوں کا قبلہ ہے یہ فنائیت فی الرسالت کی انتہا ہے۔

(دیوان ابی طالب)

قرآن عظیم اور حضرت ابوطالبؑ کا باہمی ربط

قارئین محترم ! قرآنِ حکیم کلامِ الٰہی ہے جس کا ہر حرف سچائی کا معیار ہے اور ہر حقیقت قرآن کے سینے میں محفوظ ہے اور شانِ نبوت کا عظیم معجزہ ہے حُسنِ اتفاق یہ ہے کہ جو کچھ دس سن نبوی تک نازل ہوا جن مضامین کو اُن حالات کی نفسیات کے مطابق قرآن نے بیان فرمایا جناب سیدنا ابوطالب نے انہی حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے کچھ حقیقتیں نزولِ قرآن سے پہلے بیان فرمائیں اور کچھ حقیقتوں کی نشاندھی نزولِ قرآن کے دورانیے میں اور کچھ حقیقتیں نزول قرآن کے بعد بیان فرمائیں گویا یوں لگتا ہے جو کچھ

جناب سیدنا ابوطالبؑ نے کہا اگر نزولِ قرآن سے قبل کہا تو یقیناً قرآنِ کریم اس کی تائید میں نازل ہوا اور اگر نزولِ قرآنِ حکیم کے بعد کچھ کہا تو یقیناً قرآنِ کریم کی وضاحت اور تفسیر بیان فرمائی اس اعتبار سیدنا ابوطالبؑ نبی ﷺ کے بعد قرآنِ عظیم کے مفسرِ اوّل قرار پائے ہزاروں آیاتِ بینات کا فہم اُمت کو جناب ابوطالب علیہ السلام نے عطا فرمایا ہے اس میں کوئی دو رائے نہیں۔

مثلاً قرآنِ کریم نے توحید باری تعالیٰ پر مشتمل سینکڑوں آیات کو بطور مضمون بیان فرمایا کفارِ مکہ کے بیہودہ اعتراضات کا جواب نہایت شائستگی سے دیا اور هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فرمایا۔

(سورۃ حشر ۲۳)

تو جناب سیدنا ابوطالبؑ نے بھی کنایۃً نہیں بلکہ صریحاً نصاً فرمایا۔

عقیدۂ توحید

مَليك الناس ليس له شريك
هوالوهاب والمبتدئ والمعيد
ومن تحت السماء له بحق
ومن فوق السماء له عبيد

(دیوان ابی طالب)

ترجمہ ! اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ صاحبِ عطا وسخا ہے۔ کائنات کو وجود بخشنے والا ہے ہر حقیقت اس کی طرف اس کی

قدرت کے تابع ہو کر لوٹ جائیگی جو کچھ آسمانوں کے نیچے ہے اُسی کے حضور سرنگوں ہے اور جو کچھ آسمانوں کے اوپر ہے اُسی کی بندگی میں محوِحرام ہے۔

عقیدۂ رسالت کی سینکڑوں آیات مکمل مضمون کی صورت میں نازل ہوئیں رسالت کی جغرافیائی حدود پر قرآن یوں گویا ہوا۔

عقیدۂ رسالت

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا

اے حبیب فرمادو کہ میں پوری کائنات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

(اعراف آیت ۱۵۸)

اسی حقیقت کو حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اپنے سادہ لفظوں میں یوں بیان فرمایا۔

انت النبی محمد قرم أغرّ مسود

لمسودین اکارم طابو وطاب المولد

اے محمد آپ پوری کائنات کے نبی ہیں تاجدار ہیں سردار ہیں بلکہ آپ صاحب مکارم انبیاء علیہم السلام کے بھی سردار ہیں۔

قرآن حکیم نے اپنی شناخت اور سچائی میں بہت کچھ کہا بلکہ فرمایا !

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۞

(سورۃ کہف آیت ۱)

تمام تعریفیں اُس لاشریک کی ہیں جس نے اپنے محبوب بندے پر یہ شان والی کتاب نازل فرمائی ہے اس میں کوئی کجی نہیں مکمل عدل وانصاف کا شاہکار کتاب اللہ پر ایمان۔

جناب ابوطالبؑ نے بھی اسی مضمون کو واشگاف الفاظ میں یوں بیان فرمایا۔

کتاب اللہ پر ایمان

اویومنوا بکتاب منزل عجب
علی نبی کموسی او کذی النون
یاتی بامر جلی غیر ذی عوج
کما تبین فی آیات یاسین

(دیوان ابی طالب)

ترجمہ ! (بلند بخت ہیں وہ لوگ) جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب پر ایمان لاتے ہیں یہ معجز کلام دلوں میں مٹھاس کا رس گھول دیتی ہے یہ نبی آخر الزماں پر اس طرح نازل ہوئی ہے جیسے حضرت موسیٰ و یونس علیہما السلام پر کتابیں نازل ہوتی ہیں یہ نہایت روشن پیغام لے کر آتی ہے۔

اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے سورۂ یٰسین کی روشن آیات اس حقیقت کی گواہ ہیں۔

وان جاءهم بحق
ولم یا تهم باالکذب

ترجمہ ! محمد کریم حق کا قرآن لیکر آئے سچائی کا معیار لے کر تشریف لائے ہیں اس میں کوئی کذب (جھوٹ) نہیں۔

انت الرسول رسول الله نعلمه
عليك نزل من ذى العزة الكتب

ترجمہ ! یقیناً اے میرے کریم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور یہ میرا یقین ہے آپ پر عزت والی کتاب نازل ہوگی۔

عقیدۂ ختم نبوت

ختم نبوت پر قرآن کریم نے کئی سال بعد وضاحت فرمائی سورہ احزاب مدینے میں نازل ہوئی فرمایا !

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ
وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط

ترجمہ ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سچے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔
(سورہ احزاب آیت ۴۰)

جناب ابوطالبؑ نے اسے یوں بیان فرمایا !

امين محب فى العباد مسوم
بخاتم رب قاهر للخواتم

ترجمہ ! محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تاجدارِ امانت ہیں اللہ تعالیٰ کے اور نیک بندوں کے محبوب ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی غالب قوت وحکمت کے فیصلے سے انہیں خاتم الانبیاء

بنایا ہے۔

یری الناس برهانا علیه وهیبة
وما جاهل امرا کاخر العالم

ترجمہ! لوگ اس پر ایک عظیم برہان (دلیل) دیکھیں گے وہ ہیبت ہے انکی پوری کائنات میں اس حقیقت کو جاہل اور عالم تمام جان لیں گے۔

دلیل یہ ہے کہ!

نبی اتاہ الوحی من عند ربه
ومن قال لا یقرع بهاسن نادم

یہ عظیم نبی ہیں انکے پاس رب ذوالجلال کی طرف سے وحی آتی ہے اور جو بد بخت اس کا انکار کرتا ہے یقیناً شرمندگی اس کے گلے کا ہار ہے۔

(دیوان ابی طالب)

گذشتہ اقوام کے عبرت ناک انجام کا بیان

قرآنِ کریم نے پہلی قوموں کے مذموم رویّوں کو اور اُن پر ملنے والے عذاب کا تذکرہ بطورِ عبرت بیان فرمایا اور سینکڑوں آیات اس ضمن میں نازل ہوئیں، آخر میں فَاتَّقُوا اللهَ يَاُولِی الْاَلْبَابِ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کو تنبیہہ فرمائی عین ایسے ہی جناب ابوطالبؑ نے اپنے کلام میں بیان فرمایا بنی غالب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے سے باز رکھنے کے لیے پہلی تباہ شدہ قوموں کے انجام بد سے آگاہی فرما رہے ہیں۔

والا فانی اذا خالف
بوائق فی دارکم تلتقی
کما نال من کان من قبلکم
ثمود وعاد فمن بقی

اے کفارِ مکہ نبی ﷺ کو ستانا بند کرو ورنہ تم پہلی قوموں کی طرح عذاب کا شکار ہو جاؤ گے جیسے قومِ ثمود ہوئی اور قومِ عاد ہوئی بیشک مجھے خدشہ ہے کہ تم عذابِ الٰہی کا شکار ہو جاؤ گے (ایسا ہوا کفار مکہ برباد ہوئے)

عقیدۂ آخرت

قرآن کریم نے توحید و رسالت کے عقیدے کے بعد سب سے زیادہ عقیدۂ آخرت پر زور دیا ہے سینکڑوں آیاتِ بینات میں اسے بیان فرمایا ہے بلکہ فلاح بالآخر عقیدۂ آخرت پر یقین کو قرار دیا وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمہ! ہدایت اور فلاح والے وہی ہیں جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

(سورۃ بقرہ آیت ۵)

جناب ابوطالبؑ نے اس عظمت کو ایک نئے اور اچھوتے انداز

میں یوں بیان فرمایا۔

شرف القیامه والمعاد بنصره
ویعاجل الدنیا ویحوز السودا

ترجمہ ! قیامت کے دن کی تمام بزرگیاں آخرت کی تمام بھلائیاں صرف محمد ﷺ اور اس کے لائے ہوئے دین کی نصرت و مدد میں پنہاں ہیں۔

(دیوان ابوطالب)

غلبۂ دین کی نوید

قرآن کریم نے غلبۂ حق کی نوید سناتے ہوئے کئی آیات میں اسے بیان فرمایا۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ

(سورہ توبہ آیت ۳۳)

اللہ تعالیٰ نے شان والا رسول دین حق دیکر بھیجا تاکہ یہ دین تمام دینوں پر غالب آجائے۔

جناب ابوطالب نے اس عظمت کو اپنے انداز میں یوں بیان فرمایا۔

ولا شك ان الله رافع امره
ومعلیه فی الدنیا ویوم التجادل

ترجمہ ! یقیناً اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے دین کو دنیا و آخرت میں بلندیاں عطا فرمائیگا انکا دین ہمیشہ غالب رہیگا۔

حُسنِ رسالت میں کامل استغراق

سیدنا ابوطالبؑ نے جب دیکھا کہ کفارِ مکہ مزاحمت پر اتر آئے ہیں تو آپ پر عظمتِ نبوت کے نور کا غلبہ ہوگیا اپنی تلوار میان سے نکالی لہرا کر گرجدار اور مہیب آواز میں کہا کہ راہِ حق میں محمد ﷺ کو اکیلا نہ سمجھنا یاد رکھو۔

اقیم علی نصر النبی محمد
اقاتل عنه بالقنا والقنابل

ترجمہ ! میں کھڑا ہوگیا ہوں نبی محمد ﷺ کی مدد کے لیے میں پورے کفر سے لڑوں گا تیز دھار نیزوں سے اور پورے سامانِ حرب سے۔

منعنا الرسول رسول المليك
ببيض تلالا لمع البروق

ترجمہ ! ہم دفاع کریں گے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا چمک دار تلواروں اور نیزوں سے ہماری تلواروں کی چمک آنکھوں کو ایسا اندھا کر دیتی ہے جیسے آسمانی بجلی۔

اذب و احمی رسول المليك
حماية حان عليه شفيق

میں حفاظت کروں گا اللہ تعالیٰ کے سچے رسول کی ہماری پاسبانی ایک شفیق اور ایک مخلص ذات کی ہے اس میں کوئی دو رائے نہیں۔

او کفارِ مکہ ہماری ضرب اتنی شدید ہوتی ہے کہ پاتال تک جا پہنچی ہے۔

بضرب یذبب دون النهاب

حذار الواثائر والخنفقیق

(دیوان ابی طالب)

ہماری ضرب انسان نما حیوانوں کو یوں سبق سکھاتی ہے کہ انکے ہوش اڑ جاتے ہیں اور بھاگنے میں ہی اپنی عافیت جانتے ہیں ہماری ضرب نے بہت سارے سرکشوں کا خاتمہ کر دیا او کفارِ مکہ ذرامدِ مقابل آ کر تو دیکھو !

قارئین محترم !

یہ وہ کامل استغراق فی الرسالت ہے جو عین مدعائے قرآن ہے کہ جب تک صاحب ایمان پر مال جان اولاد کی محبت سے بڑھ کر محبتِ رسالت غالب نہ آئے تب تک کسی مؤمن کا ایمان کامل ہی نہیں ہوسکتا، اس کفرستان میں گُلِ نبوت کے پھول کا خوشبو دینا کوئی آسان نہیں تھا قوتِ بوطلبی کی برکتیں مؤثر طاقت بنیں ہیں فروغِ لاالہٰ الااللہ میں۔

اور جو شخص خود لاالہٰ الااللہ کی مؤثر طاقت بنے اُسے کلمہ نہ پڑھنے کا طعنہ دینا صرف بے باکی نہیں بلکہ ظالمانہ جسارت ہے۔

(اے خدا تعالیٰ اب اس لعنت سے اُمت کو بچالے آمین)

حجروں میں بیٹھ کر فنافی الرسول ہونے کے دعوے کرنا اور بات ہے جان مال اولاد سب کچھ حُسنِ رسالت پر قربان کر دینا اور بات ہے قرآن کے مطابق یہی استغراق فی الرسالت ہے۔

حضرت ابوطالبؑ اتباع رسول کا کامل نمونہ تھے

بعض نادان لوگ اپنی طرف سے ایک طنزیہ جملہ ہانکتے ہیں کہ ابوطالبؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت بھی کرتے رہے خدمت بھی کرتے رہے عزت بھی کرتے رہے مگر اتباع نہیں کرتے تھے میں ان نادانوں کے سامنے کوئی تاریخی حوالہ نہیں پیش کرتا بلکہ خود ذاتِ ابوطالبؑ کو ملاتا ہوں وہی انکا منہ توڑ جواب دیں گے۔ ملاحظہ فرمائیں جب جناب نے حُسنِ رسالت کی لطافت کو دیکھا تو بے ساختہ بولے۔

فمن مثله فی الناس ای مؤمل
اذا قاسه الحکام عند التفاضل

ترجمہ! کون ہے اس بے مثل کی مثال کائنات میں؟ شہنشاہانِ دنیا اپنی اپنی فضیلت میں سبقت لے جانے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تاجدارِ ختم نبوت کے سامنے انکی سب وجاہتیں دم توڑ دیتی ہیں۔ یہ تاجدار ہی مشکل کشا ہیں۔

فایده رب العباد بنصره
واظهره دینا حقه غیرناصل

ترجمہ! خدائے ذوالجلال نے میرے محمد کے دین کی خود مدد فرمائی ہے اور اُسکی تائید فرمائی ہے یقیناً یہ دین حق ہے اور غالب آکر رہے گا۔

لکنا اتبعناه علی کل حالةٍ
من الدهر جدا غیر قول التهازل

ترجمہ ! ہم ہر حال میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور پیروی کریں گے زمانہ اسے جان لے ہمارا یہ اعلان انتہائی سنجیدگی کے ساتھ ہے ہم مذاق نہیں کرتے۔

(دیوان ابوطالب)

قارئین محترم ! اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان جناب سیدنا ابوطالب برملا فرمایا اب ان حاشیہ نشینوں کے ذہنی اندازے مانیں یا سید بطحا حضرت ابوطالبؑ کی حقیقت پر مبنی بات مانیں عمر بھر سید بطحا حضرت ابوطالبؑ نیاز مند بن کر رہے کبھی بھی اپنی بزرگی کا احساس تک نہیں ہونے دیا نہ ہی خاندانی تکلف یا رئیس مکہ ہونے کا بڑا پن سامنے آنے دیا ہر وقت جذبات میں یہی احساس تھا کہ اب حضورِ عظمت میں کیا نذر کروں اب نذر کیا کروں اب نذر کیا کروں، اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل نمونہ تھے ابوطالب علیہ السلام۔

حضرت ابوطالبؑ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید محبت فرماتے

ویسے تو حضرت ابوطالبؑ کے لیے ہر وہ احساس جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کا عنصر موجود ہوتا اس کی قدر کرتے خصوصاً صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بھرپور پذیرائی فرماتے بالخصوص سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمتوں کا نصاً ذکر فرماتے۔

همو ا رجعو سهل ابن بیضا راضیا
وسر ابوبکر لها محمد

ترجمہ ! سہیل بن بیضا نے جب بائیکاٹ کے خاتمے کی خبر سنائی تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خوشی سے بھر گئے اور محمد ﷺ کی خوشی بھی اپنی معراج پر تھی۔

نوٹ ! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حیا حضرت ابوطالب علیہ السلام بھی فرماتے تھے اُمت پر بھی انکی اقتدا میں اس نفس محترم کا احترام وحیاء ضروری ہے (ورنہ دونو جہانوں میں رسوائی ہے) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو جب کفار نے مارا تو جناب ابوطالب علیہ السلام خود میدان میں آگئے یہ ایک حقیقت ہے کہ اصحابِ رسول ﷺ کی تکریم کا درس سب سے پہلے محسنِ رسالت حضرت ابوطالب علیہ السلام نے دیا ہے۔

تفصیلات عرفانِ ابوطالب علیہ السلام اور قرآنِ عظیم کی جلد نمبر ۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

بت پرستی سے شدید نفرت

خاندانِ نبوت کو اللہ تعالیٰ نے فطرتاً اعتقادی اور اخلاقی آلائشوں سے پاک رکھا انہیں شانِ مصطفائیت کا تاجدار بنایا تمام زمانوں میں صاحب فضیلت بنایا یہ روایت ہمیشہ برقرار رہی اس خاندان کے آخری تاجدار سیدنا ابوطالب علیہ السلام نے اس عظیم روایت کو اپنے خوبصورت کلام میں کھل کر بیان کیا۔

وان انشنائی عن هاشم
بما اسطعت فی الغیب والمحضر

وعن غائب الات فی قوله

ولولا رضا اللات لم نمطر

وانی لاشنا قریشا له

وان کان کالذھب الاحمر

(او اہلِ مکہ یاد رکھو) میرا تعلق حضرت ہاشم علیہ السلام سے ہے میں انکے مقدس بھرم کا ہر صورت لحاظ رکھتا ہوں خواہ مجھے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے اور کچھ بد بخت یہ کہتے ہیں کہ اگر لات بُت خوش نہ ہوئی تو ہمارے ہاں بارش نہیں ہوگی ان بد بختوں کو بتادو کہ مجھے قریش کے اس رویے اور بدشگونی والی بات سے سخت نفرت ہے، اگرچہ یہ بات کفارِ مکہ کے نزدیک سُرخ سونے جیسی چیز ہی کیوں نہ ہو۔

قارئین محترم ! اس وضاحت کے بعد جناب ابوطالبؑ کو کفر و شرک کرنے والوں میں شمار کرنا کائناتِ حیا کا قتل کرنا ہے قرآنِ کریم نے توکلمہ توحید کو خاندانِ نبوت کا فطری اعزاز کہا ہے حرمتِ عصمت اُن نفوسِ قدسیہ کا خُلق ہے عفت شرافت انکا طواف کرتی ہے شانِ مصطفائیت انکا طرۂ امتیاز م ہے مجتبائیت و مرتضائیت کا یہ معیار ہیں حرمِ ربوبیت میں تسبیح خوانی کا پہلا اعزاز انہی کے نام ہے یہ نفوسِ قدسیہ ہر زمانے میں عظمتوں کے تاجدار رہے ہیں بلکہ عظمتیں اپنے وجود کا حوالہ انہی کو قرار دیتی ہیں، خدا تعالیٰ ان نفوسِ قدسیہ پر دورد بھیجتا ہے سلام بھیجتا ہے رسول ان پر درود بھیجتے ہیں فرشتے ان پر درود بھیجتے ہیں امت پر واجب ہے کہ ان نفوسِ قدسیہ پر درود بھیجے ورنہ امت کی نماز ہی کامل نہیں ہوگی بلکہ بعض کے نزدیک اصلاً نہیں ہوگی تاہم سیدنا ابوطالبؑ ان تمام مصطفاؤں مجتباؤں مُرتضاؤں کا آخری اعتماد ہیں، تفصیلات کے لیے مسکین کی

کتاب عرفانِ ابوطالبؑ اور قرآن عظیم کی تیسری اور دوسری جلد کا مطالعہ فرمائیں۔

مذمت بنو امیہ اور ابوطالبؑ

قارئین محترم ! یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ عبدالشمس اُمیۃ الاکبر سے لیکر یزید تک تمام بنو اُمیہ بنی ھاشم علیہ السلام کے رقیب اور کُھلے دشمن رہے اس رقابت پر کثیر علماء اہلسنت نے تفصیل کے ساتھ کتب تحریر فرمائیں امام مقریزی نے تو باقاعدہ اس نام سے۔

التنازع والتاخصم بین الھاشمه والاموية کتاب لکھی ہے جس میں اس تنازع پر مکمل تحقیقی مواد دیا ہے جس کا ترجمہ بفضل تعالیٰ بہت جلد آرہا ہے تاہم سیدنا ابوطالب علیہ السلام نے اپنے وقت میں اموی رویوں کی اشعار میں مذمت کی ہے جس کا نقشہ حاضر خدمت ہے۔

بنی امیه مجنونة هندكية
بنی جمع عبید لیس من عاقل
وسهم ومخزوم تعالوو البوا
وعلینا العدومن کل طمل وخامل

ترجمہ ! بنو اُمیہ بت پرست تو ہیں سہی مگر انکا اصل شوق خاندانِ نبوت کے ساتھ دیرینہ دشمنی کی تکمیل ہے اور اس عداوت میں وہ اندھے ہوگئے ہیں پاگل ہوگئے ہیں (اُنہوں نے ہوسِ اقتدار) اور خاندانِ نبوت کو برباد کرنے کے لیے عرب کے غنڈوں کو بھی ساتھ ملا لیا ہے ان میں بنی جمع جو بنی سھم بنی عاقل کے غلام ہیں اور

مخزوم کے اوباش لوگوں کو بھی ساتھ ملا لیا ہے یہ لوگ ابتدا ہی سے فتنہ پرور ہیں۔

ومر ابو سفیان عنی معرضا
کما مرقیل من عظام المقاول
یفر الی نجد وبرد میا هه
ویزعم انی لست عنکم بغافل

ترجمہ ! ابوسفیان اپنے غرور میں ہمارے سامنے یوں گزرتا ہے جیسے وہ یمن کا بڑا آدمی ہو (مگر ہماری ہیبت سے) کبھی نجد کی طرف بھاگ جاتا ہے کبھی اپنے کنوؤں کی طرف بھاگتا ہے۔

لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑکاتا ہے مگر یہ اس کی بھول ہے کہ وہ ہمارا کچھ بگاڑ سکے (یہ وہی ابوسفیان ہے جو فتح مکہ کے دن نبوی تلوار کی زد سے بچنے کے لیے کلمہ کی اوٹ لیکر چھپ گیا)

(فریدی)

اطاعوا ابن المغیرة وابن الحرب کالرجلین مهم
ملیم

(دیوانِ ابوطالب)

ترجمہ ! ابوسفیان بن حرب اور ولید بن مغیرہ یہ مکہ کے غنڈوں کے سرغنے ہیں بدسرشت ہیں بدکردار ہیں قابل ملامت ہیں بنی ہاشم سے دیرینہ عداوت نے انہیں اندھا کر دیا ہے۔

قارئین محترم ! بنی امیہ ہمیشہ سے اہلبیت نبوت کے جانی دشمن رہے

ہیں اور اپنے مصنوعی جبر کی زد میں رکھا خاندانِ نبوت کو بالآخر رحمت خاندانِ نبوت کے ساتھ رہی رحمت سے دوری (امویوں کے گلے کا ہار بنی)

حضرت ابوطالبؑ اور موافقاتِ قرآن

قارئین محترم ! رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ ہر امت میں سے ایک شخص صاحبِ الہام رہا ہے اور میری اُمت میں صاحب الہام حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قلب منور پر اِدھر کوئی بات آتی اُدھر اسکی تائید میں قرآنِ کریم کی آیات نازل ہو جاتیں۔

جیسے دورانِ طواف مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے قریب سے حضرت گذرے تو دل میں ایک جذبہ بیدار نے اُٹھان لی کہ کیوں نہ ہو جہاں جناب ابراہیم علیہ السلام کے قدم لگے وہاں میں سجدہ کروں مگر اس بابت نہ تو نبوی وضاحت تھی نہ اسوہ تھا اور نہ کوئی وحی اُتری بے تابی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دربارِ رسالت پناہِ عالم ﷺ میں عرض کر دی کہ آقا میرا دل چاہتا ہے جہاں جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم لگے وہاں سجدہ کروں فوراً وحی آگئی فرمایا گیا محبوب عمر ٹھیک کہتے ہیں۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ

مقام ابراہیم علیہ السلام کو جائے نماز بنالو۔

(القرآن سورہ بقرہ ۱۲۵)

قارئین محترم ! عین ایسے ہی حضرت ابوطالب کے دلی جذبات کے ساتھ قرآن کریم نے بہت سارے مقامات پر موافقت فرمائی ہے جن میں چند ایک کا ذکر

کیے دیتا ہوں۔

(۱) حضرت ابوطالب علیہ السلام نے جب حضور سرورِ کائنات ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دین حق کی تبلیغ میں بے قرار دیکھا تو فرمایا، حقیقت نہ چھپ سکتی نہ چھپائی جاسکتی ہے۔

فاصدع بامرك ما عليك غضاضة
وابشر بذالك وقرمنه عيونا

ترجمہ ! (اے میرے حبیب) اُٹھ حرم کعبہ میں گرج کر بولو لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ میں آپکے ساتھ ہوں کسی مائی نے کوئی لعل جنا ہی نہیں جو آپکو ہاتھ ہی لگادے آپکی طرف میلی آنکھ ہی دیکھ لے میں جانتا ہو آپکی خوشی اسی میں ہے اور آپکو خوش رکھنا ہی میرا منصبی فرض ہے لہٰذا آپ اُٹھیں کلمۂ حق للکار کر کہیں خوش ہوں اور اپنی نبوی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔

قارئین محترم ! قرآن فوراً اسکی تائید میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾

اے حبیب اب آپ اپنی تبلیغ منظرعام پر آکر کھل کر بیان کرو اور مشرکوں سے یکسر منہ پھیرلو۔

(القرآن سورہ حجر ۹۴)

(۲) حضرت ابوطالبؑ کی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ بنت اسد صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی تربیت جن خطوط پر فرمائی ان خطوط میں ترجیحاً عشق رسول اطاعتِ رسول خدمت و نصرت رسول ﷺ تھے اور ذاتِ

رسول ﷺ پر قربان ہونا تو پہلی ترجیح تھی اس کو سیدنا ابوطالبؑ نے یوں بیان فرمایا۔

اما علی فارتبته امه
ونشاء علی مقةٍ له وتتزیدا

بہرحال علی کی ماں نے علی رضی اللہ عنہ کو پالا ہی محبتِ رسول کے خطوط پر تھا اور علی کی مُدھ بھر جوانی اسی خطِ عظیم پر اُبھری اور ذاتِ رسول ﷺ پر قربان ہونے کے جذبات میرے بیٹے علی المرتضیٰ میں بڑھتے ہی گئے بڑھتے ہی گئے۔ حتیٰ کہ۔

فاکرم له بمن یُغضنی الیه بامره
نفساً اذا عدا النفوس ومحتدا

میرا بیٹا علی المرتضیٰ محبت رسول میں اس قدر آگے چلا گیا کہ اپنی جان بھی سپرد رسول فرمادی قربانی کے لیے لوگو ہر فطرت اور شریعت کہتی ہے کہ بیٹا باپ کی تکریم کرے۔

مگر میرا بیٹا جانثاریِ مصطفیٰ ﷺ میں اتنا آگے چلا گیا ہے کہ میں باپ ہو کر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت وتکریم کو خود پر واجب سمجھتا ہوں، کیونکہ وہ نفس الرسول ہو چکا ہے جب قیامت کے دن میرے بیٹے علی کو بلایا جاویگا تو نفس الرسول کہہ کر پکارا جائیگا۔

قارئین کرام ! علی نفس رسول ہیں، پہلے اس کا تکلم جناب سیدنا ابوطالب علیہ السلام نے فرمایا پھر قرآنِ کریم نے اس کلمہ کی توثیق کرتے ہوئے موافقت ابوطالبؑ میں یوں ارشاد فرمایا۔

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ

فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿٦١﴾

(سورۃ آل عمران ۶۱)

آیت مباہلہ معروف و مشہور ہے عیسائیت کی کٹ حجتی کے اور یہ طے ہوا کہ ان سے مباہلہ کیا جائے اس فتح مبین پر قرآنِ کریم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نفس رسول ﷺ کا ٹائٹل دیا کہ علیؑ نفس رسول ہیں اور یہی بات کچھ عرصہ پہلے سید بطحاء حضرت ابوطالب علیہ السلام نے فرمائی گویا قرآنِ کریم نے سیدنا ابوطالبؑ کی موافقت میں مکمل آیت بیان فرمائی۔

نوٹ ! فقیر نے الحمدللہ سو سے زائد موافقاتِ قرآن حضرت ابوطالبؑ کے قرآنِ کریم سے تلاش کیے ہیں جنکو بالتفصیل عرفانِ ابوطالب علیہ السلام اور قرآنِ عظیم کی دوسری تیسری جلدی میں بیان کیا ہے ویسے تو پورا کلام الٰہی حضرت ابوطالب علیہ السلام کے جذبات کا مؤید ہے کہیں بھی کلامِ الٰہی اور کلامِ ابوطالب علیہ السلام میں منافات نہیں ہر لحاظ سے مضمون بندی میں باہم یک زبان نظر آتے ہیں ایک مدعا کو بیان کرتے ہیں مگر اس ضمن میں کلامِ الٰہی کی اپنی شان ہے تاہم حمایتِ رسول ﷺ میں دونوں کلام مؤثر حکمت کے طور پر ایستادہ ہیں، کفر کی یلغار کا مقابلہ ہو انکی بیہودہ گفتگو کا متانت کے ساتھ جواب ہو مدحتِ رسول ﷺ میں نغمہ سرائی ہو۔

دفاع رسول ﷺ کا معاملہ ہو، حرمتِ دین کا تقدس ہو مسلم امہ کی بھلائی ہو فروغِ دین کی سرگرمیاں ہوں دونوں کلام باہم مؤید نظر آتے ہیں ہاں اس ضمن میں قرآن کریم کی شان اپنی ہے سبحان اللہ۔ چونکہ یہ کتابچہ تلخیصاً ہے مزید تفصیلات سے معذرت ہے۔(فریدی)

مدحتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوطالبؑ

الحمد سے لیکر والناس تک سارا قرآن ۔۔۔مدحتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل نصاب ہے اور حضرت ابوطالبؑ اس کامل نصاب کے پہلے مفسر ہیں تفصیل میں اتر گئے تو تقریباً عرفانِ ابوطالبؑ اور قرآنِ عظیم کی چودہ جلدوں میں مزید دس جلدوں کا اضافہ ناگزیر ہو جائیگا مگر یہاں اختصار بھی مقصود ہے، صرف ایک آدھی مثال پر اکتفا کیا جائیگا۔

قرآن کریم نے رسالت پناہِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کئی مرتبہ شانِ مصطفائیت میں بیان فرمایا اور خود رسالت پناہِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی خود کو بارہا مرتبہ شان مصطفائیت میں بیان فرمایا بلکہ قرآنی آیات اور نبوی روایات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سارا خاندانِ عظمیٰ شانِ مصطفائیت کا تاجدار ہے اور سید بطحا حضرت ابوطالب علیہ السلام ان تمام مصطفاؤں کے آخری مصطفیٰ اور اعتماد ہیں اور شانِ مصطفائیت قرب وحضورِ الٰہی میں ایک عظیم مقام ہے محبتِ حضرتِ صمدیت کا عظیم عنوان ہے۔

تفصیلات عرفانِ ابوطالب اور قرآن عظیم کی تیسری اور چوتھی جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔

(فریدی)

تاہم حضرت ابوطالب علیہ السلام نے جب نعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لب کشائی فرمائی تو عنوان مصطفائیت ہی کو اپنے کلام کی اکائی قرار دیا ملاحظہ فرمائیے۔

اذ اجتمعت یوما قریش لمفخر
فعبد مناف سرھا وصمیمھا

فان حصّلت اشراف عبد منا فها
فی ھاشم اشرافھا وقد یمھا
فان فخرت یوما فان محمداً
ھوالمصطفیٰ من سرھا و کریمھا

ترجمہ! تمام قریش اپنے اپنے قابل فخر لوگوں کو جمع کرلیں تو عبدِ مناف کے مقابلے کوئی نہیں آسکتا اور جب عبد مناف کے خاندان کی عظمتوں کو جمع کیا جائے تو جناب ھاشم علیہ السلام جیسا بے مثال کہیں نظر نہیں آئیگا۔

اور اگر اولادِ ہاشم میں عظمتوں کا ترازو کیا جائے تو پوری کائنات میں محمد ﷺ جیسا کوئی نہیں کیونکہ وہ تو تمام مصطفاؤں کی شان ہیں خدا تعالیٰ کی کائنات میں سب سے زیادہ عظیم ہیں اور سب سے زیادہ کریم ہیں۔

پھر فرماتے ہیں!

لقد حل مجد بنی ھاشم
مکان النعائم النثرۃ
وخیر بنی ھاشم احمد
رسول الا لہ علی فترۃ

خاندانِ بنی ہاشم کے لوگ اتنے بلند ہیں اپنی عظمت میں کہ آسمان کے بعید تر تارے نعائم اور نثر بھی انکی بلندی کو نہیں پہنچ سکتے اور بنی ھاشم میں سب سے افضل و اعلیٰ ذات احمد ﷺ ہیں کیوں کہ اُنہوں نے تاجِ رسالت سجا کہ عرب کی بے نور زمین کو وحی کے نور سے بھر دیا ہے۔

حضرت ابو طالب کی سیرت قرآنِ عظیم کی روشنی میں

سیرتِ ابو طالبؑ کا قرآنی مطالعہ !

مبدءِ حریت مظہرِ غیرت خدا مرکزِ وحدت محسن اسلام و بانی اسلام، مخزنِ خیر و برکت، اعتمادِ ذاتِ حق، افتخارِ ذات رسالت، خواجہ بطحا سید العرب سیدنا حضرت ابو طالب علیہ السلام کی سیرتِ طیبہ کا جائزہ فکر انسانی کی بساط سے ورآء ہے انکے نقوشِ عزیمت کا احاطہ تحریر و تکلم سے ورآء ہے، انکے پاکیزہ جذبات کا انضباط ورطہ تحریر میں آسکتا ہی نہیں. انکی وفاؤں کے سیل رواں کو روک گران سے ہم کلام ہونے کی کسی میں ہمت ہی نہیں. انکی حُبِ رسالت سے وارفتگی کے بہاؤ کے سامنے کوئی رُک سکتا ہی نہیں. انکی خدمات کے تقدس کا تراز وممکن ہی نہیں تاہم ہم نے خود کو خود سے ہٹا کر کلامِ الٰہی قرآنِ مجید کی روشنی کو ہی اس بابت اپنا سہارا بنایا ہے اس کے علاوہ تو یقیناً ہمارے لیے ناممکن تھا کہ ہم انکے ایثار وفا پر قلم اٹھا پائیں۔

آغازِ فطرت بوطلبی اور قرآنِ عظیم

خاندانِ نبوت کا تقدس، محض اتفاقی نہیں بلکہ مشیتِ الٰہی کا خصوصی اہتمام ہے اللہ تعالیٰ انکے شرف و مجد کو اپنے قرآن میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

(سورۃ توبہ آیت ۱۲۸)

ترجمہ ! اے کفارِ مکہ تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف
شانِ کریم ورحیمی والے رسول تشریف لائے جونسب کے اعتبار سے
تم میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں۔

ای افضلکم ۔یعنی انکا نسب سب سے افضل واعلیٰ ہے ایک قرأت کے مطابق انکا نسب اور انکے نسب کے نفوس قدسیہ خِلقی اور خُلقی اعتبار سے سب سے زیادہ نفیس ہیں پاکدامن ہیں عفت مآب عصمت مآب ہیں یعنی پاکدامنی اور بزرگی انکی فطرت ہے (کتب تفسیر عامہ)

قارئین محترم ! اس گواہی پر مزید کسی تصدیق کی ضرورت ہی نہیں ان نفوسِ قدسیہ کا آخری اعتبار فضیلت مآب پیکرِ عصمت جناب خواجۂ بطحا ، حضرت ابوطالب علیہ السلام ہیں اس آیت کی وضاحت میں نبوی ارشادات مشعل راہ ہیں ،

(انتقل من طیب الی طاھر ومن طاھر طیب)

(کتب عامہ حدیث) (المصنف) میں طیب سے طاہر کی طرف اور طاہر سے طیب کی منتقل ہوتا رہا ۔ یہ انتقال جوہرِ نبوت کے فطری محسوس کا تھا جب ظہورِ عصمت مآب ہوگیا تو اس ظہور کے آخری امین سیدنا عبداللہ قرار پائے یہاں آکر تمام فضیلتیں عفتیں عصمتیں تکمیل پذیر ہوئیں ۔ سید بطحا حضرت ابوطالبؑ کو ان حرمتوں سے الگ رکھنا مذہبی سامراجیت ہے جس کی کوئی دینی وعلمی حقیقت نہیں (تفصیلات عرفانِ ابوطالبؑ اور قرآنِ عظیم کی دوسری تیسری جلد میں ملاحظہ فرمائیں)

(فریدی)

ارتقائے سیرتِ بوطلبی اور قرآنِ عظیم

خاندانِ نبوت کا شرف و مجد ایک بدیہی حقیقت ہے کوئی بھی سلیم الفطرت الحقیقت کا انکار نہیں کرسکتا۔

انکی خلقی اور خلقی تربیت کا اہتمام حضورِ عظمت الٰہی سے ہوتا ہے کیونکہ یہ سب نفوسِ قدسیہ ایک عظیم نعمتِ خداوندی کے امین ہوتے ہیں. حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے بعد حضورِ رحمتِ الٰہیہ میں خاندانِ نبوت کی عظمتوں پر مشتمل دعا فرمائی جسے جملہ مفسرین کے مطابق شرفِ قبولیت بخشا گیا کلماتِ دعایہ تھے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۖ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾

(سورہ بقرہ ۱۲۸_۱۲۹)

ترجمہ ! اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنے حضورِ عظمت میں مسلسل اپنی رضا کے سامنے سر جھکانے کی توفیق عطا فرما اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک طبقۂ انسانیت ایسا پیدا فرما کہ وہ بھی مسلسل تیرے حضور تیری رضا کے سامنے سرنگوں رہیں حضورِ عظمتِ صمدیت میں سجدہ ریز رہیں اور ان میں اپنا شان والا رسول مبعوث

فرما جو ان پر تیری آیتوں کو تلاوت فرمائے تعلیم کتاب دے حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاکیزہ کردے۔

قارئین محترم ! ان آیات نے واضح کردیا جن جن نفوس قدسیہ کا تعلق ذات نبوت سے گہرا اور پیوستہ رہا انکی خلقی اور خلقی تربیت خدائے ذوالجلال کے سپرد رحمت تھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی اولوہی شان وعظمت کے مطابق ہر اس نفس محترم کی تربیت فرمائی جو کسی بھی اعتبار سے ذاتِ نبوت سے پیوستہ رہے اور یہ پیوستگی کی شان سب سے زیادہ جس ذاتِ والاصفات کو میسر رہی سید بطحاء حضرت ابوطالب علیہ السلام کہا جاتا ہے تمام مفسرین کرام نے مُسلِمَةً لك کا معنیٰ لِیُستَنِر الاسلام کیا ہے جسکا معنیٰ ہے وہ مسلسل اسلام کے نور میں نہائے رہیں جس پشت میں نبی ہو جس رحم میں ہو اور جس آغوش میں ہو سب کے سب اسلام کی روشنی میں زندگی بھر محوِ خرام رہیں اب ان آیات کا آخری معنیٰ و مصداق سیدنا ابوطالب علیہ السلام قرار پائے۔

سبحان اللہ یہ سیرتِ بوطلبی کا کتنا حسین وعظیم ارتقاء ہے جس کی تائید میں اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید خود بول رہا ہے سلام ہو اس نصیب پر جو سید بطحا حضرت ابوطالب علیہ السلام سے وابستہ ہے علمی تفصیل فقیر کی کتاب عصمت والدین مصطفیٰ اور قرآن عظیم میں دیکھیں۔

سیرتِ بوطلبی کا انقلاب آفرین دور اور قرآن عظیم

حضرت ابوطالب علیہ السلام کے کردار کی انقلابی عظمت کا آغاز تب ہوا جب اُنہیں یومِ میلاد النبی ﷺ میں امام المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سپرد

فرمائے گئے اس امانت خداوندی کو ہاتھوں میں لیتے ہی فرطِ جذبات میں سیدبطحا کھو گئے اس نعمت کبریٰ کو قبول کرتے ہی زبان بے ساختہ بول اُٹھی۔

الحمد لله الذی قد شرفا
قومی واعلاهم معا وغطرفا

خداوند عالم جل تعالیٰ کا شکر اور حمد ہے جس نے ہماری قوم کو (محمد ﷺ کی برکت سے) عزت و شرف اور بزرگی عطا فرمائی انہیں سخاوت فیاضی اور سرداری میں اعلیٰ مقام عطا فرمایا۔

ان الامین محمد فی قومہ
عندی یفوق المنازل الاولاد

ترجمہ ! مجھے اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ بطور امانت عطا فرمایا اور یہ خود شانِ امانت ہیں تاجدار ہیں مجھے میری سگی اولاد سے کہیں زیادہ پیار و محبت میں بلند تر ہیں۔

پھر لوری دیتے ہوئے فرمایا !

انت النبی محمد قرم اغرُّ مسود
لمسو دین اکارم طابوا وطاب المولد

اے محمد آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں سردار ہیں اور پوری کائنات کے تاجدار ہیں آپ امام الانبیاء ہیں آپکے قدم رنجہ فرمانے سے کائنات روشن ہوگئی ہے۔

قارئین محترم ! آغازِ ولادت سے لیکر چالیس سال تک اظہارِ نبوت سے پہلے کردارِ ابوطالب ایک منزل کی طرف رواں دواں رہا کہ منزلیں خود جھک جھک کر سلامِ نیاز پیش کرتی رہیں نبوت کی حفاظت کی ذمہ داری نہ تو کوئی چھوٹا سا اعزاز تھا اور نہ

ہی یہ کوئی چھوٹی ذمہ داری تھی جب آفریں دور کا آغاز ہوا تو ہر سانس میں ہولناک خطروں سے بھی دو چار رہے مگر حُسنِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تازگی نے مستیٔ استقامت کا تاجدار بنا دیا ہر روز نئے حالات کا سامنا کرنا یہود و نصاریٰ کا روایتی تعاقب ایک قیامت خیز حالات سے دو چار کر رہا تھا دن رات کی مسلسل بیداریاں وجود کو گھائل کر دیتیں مگر یہ نفس محترم اپنے ارادے میں ایک مضبوط چٹان کی طرح میدانِ عمل میں تن تنہا کھڑا رہا پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہیں آنے دی چالیس سال کا طویل عرصہ یونہی گذرا بعد از اں نزولِ وحی کا آغاز ہوا تو مزاحمت کئی گنا بڑھ گئی مقامی اور غیر مقامی دشمنوں نے سر جوڑ لیے اُدھر عمر مبارک پچھتر برس ہو گئی ضعف العمری تک پہنچ گئے مگر انقلابی مزاج میں مزید استقامت آ گئی ذمہ داریاں مزید بڑھ گئیں عجب طرفہ تماشا ہے کہ پیکرِ خاکی بڑھاپے کی وجہ سے نقاہت سے دو چار ہے مگر جذبوں میں جوانی کا سا طوفان ہے ایک دن بھی حالات کی سنگینی سے نہیں گھبرائے بلکہ کفار سے مقابلے کے لیے شب روز میدان عمل اترے رہے گھبرائے نہیں۔

یہ طرزِ وفا دیکھ کر کائنات کی دانش و عقل محو تماشہ ہے بلکہ دنگ ہے کہ یہ کیا ماحول ہے کہ ناتواں بابا پورے کفر کے سامنے سدِ سکندری بنا ہوا ہے کبھی تلوار لہرا کر کفر کو لرزہ براندام کر دیتا ہے کبھی غیرت و حکمت سے معمور اشعار کے ساتھ کفار کو لتاڑ دیتا ہے یہ حریت پسند بابا مسلسل کفر کی زنجیروں کو توڑ رہا ہے ایک پہلوان کی طرح کفر کے جری جوانوں کو پچھاڑ رہا ہے سیرتِ بوطلبی کا یہ انقلاب آفرین دور مسلسل پچاس سالوں پر مشتمل ہے کفر کے بڑے بڑے سورمے انگشت بدنداں ہیں محوِ حیرت ہیں یہ کیا عبقری شخصیت ہے یہ کیا نابغہ روزگار ہے پورے کفر کو للکار رہا ہے مگر کسی میں ہمت ہی نہیں کہ انکا کوئی

سامنا کر پائے یہی وہ ہوش رُبا طاقت ہے جسے خدائے ذوالجلال نے اپنے قرآن مجید میں اپنا اعتماد قرار دیا ہے اور برملا صاحب قرآن ﷺ سے فرمایا حبیب آپکا وجودِ مقدس کائنات پر احسان ہے مگر سید بطحا حضرت ابوطالب کا وجودِ مقدس آپ پر احسان ہے سید بطحاء کے عزیمت پر مشتمل جذبوں کی قرآن مجید یوں تصدیق فرماتا ہے۔

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَاٰوٰى ۞

(سورۃ ضحیٰ آیت ۶)

حبیب ہم نے آپکو یتیم پایا تو اپنی رحمت میں مضبوط پناہ عطا فرمائی۔

اى ضمك الى عمك ابى طالب

یعنی آپکو آپکے عم (چچا) میں ضم کر دیا ہے ملا دیا ہے۔ پیوست کر دیا ہے آپکا دامن کائنات کی پناہ گاہ ہے اور دامن ابوطالبؑ آپکی مضبوط پناہ گاہ ہے۔

کیونکہ انکے حوصلے آسمانوں سے زیادہ بلند ہیں ارادے چٹانوں سے زیادہ مضبوط ہیں چاہت طاقت سے زیادہ پاکیزہ ہے محبت سورج سے زیادہ روشن ہے عشق کائنات سے زیادہ بڑا ہے۔ حُرمت حرمتوں کا معیار ہے کیونکہ یہ آپکا دلدار ہے خدا کا یار ہے اسی لیے ہم نے ان پر اپنا اُلوہی اعتماد فرمالیا ہے آپ بھی انکی سچی محبتوں پر یقین فرمالیں۔

سیرتِ بوطلبی کے انقلابی اقدامات

قارئین محترم ! سیدنا ابوطالب جیسی مدبر شخصیت محض ایک فردِ واحد کے تصور میں پیش نہیں کیجا سکتی انکی شفقت کے عمرانی پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے سیاسی تدبر کا جائزہ

لیا جائے حکمت و دانائی کا جائزہ لیا جائے تو یقیناً ایک کائناتی شخصیت لگتے ہیں۔

جہاں تک حفاظتِ نبوی میں انکے انقلابی اقدامات کا تعلق ہے وہ حیران کن ہیں حالات کی نفسیات نباضی پر مسلسل انکی دور رس نگاہ کا قبضہ رہا بنابریں یہ اپنی ذات میں ہمہ صفت موصوف شخصیت ہیں۔

پورے اسلام میں سیرتِ بوطلبی مؤثر طاقت ہے

دین اسلام کا آغاز ہوتا ہے عرب سامراج مدمقابل آتا ہے کفارِ مکہ مختلف مزاحمتی خطوط پر کام شروع کر دیتے ہیں انکے مقابلے میں مسلمانوں کی مختصر جماعت ہے وہ مزاحمت کے قابل ہی نہیں کچھ لوگ تنگ آ کر نبوی حکم کے مطابق ہجرت کر کے حبشہ چلے جاتے ہیں باقی جو رہ جاتے ہیں انہیں اپنا اسلام پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اور ایسا ہی کرتے ہیں۔

مگر سلام ہو جرأتِ ابوطالب علیہ السلام پر نہ کفر کے سامنے سرنگوں ہوئے ہیں نہ اپنی ایمانی عظمت چھپاتے ہیں نہ ہجرت کرتے ہیں نہ کسی مصلحت کا شکار ہوتے ہیں نہ پیچھے ہٹتے ہیں بلکہ پورے کفر کے سامنے سینہ سپر ہو جاتے ہیں کفر کی ہر طرح کی یلغار کا مقابلہ کرتے ہیں۔

(۱) کفر اگر مذاکرات کی میز پر آتا ہے تو ابوطالب علیہ السلام اپنی مدبرانہ بصیرت کے ساتھ اس کو ایسا کرارا جواب دیتے ہیں کفر بھاگ جانے میں ہی عافیت محسوس کرتا ہے۔

(۲) اگر کہیں کفر دھمکی آمیز رویے اختیار کرتا ہے تو یہ تاجدار حکمت اعلانِ

جنگ کر دیتے ہیں بنی ہاشم کے جوانوں کی بٹالین لے کر میدان میں اتر آتے ہیں

(۳) کفر اگر کوئی سیاسی چال چلتا ہے تو یہ بابا انکو منہ توڑ جواب دیتا ہے۔

(۴) کفر اگر سفارتی محاذ کھولتا ہے تو اس بابے کی سفارتکاری شاہِ حبشہ کو مسلمانوں کی حفاظت پر آمادہ کر دیتی ہے۔

(۵) کفر اگر اندرونی خلفشار کا سوچتا ہے تو یہ بزرگ قبائل کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔

(۶) کفر اگر ان سے بائیکاٹ کا اعلان کرتا ہے تو سرنگوں ہونے کی بجائے خدا تعالیٰ کی غیرت کا مظہر نظر آتے ہیں اور اپنی حمیّت کالوہا منواتے ہیں۔

اور اپنی گھاٹیوں میں تین سال کی قید کاٹ لیتے ہیں مگر عزتِ نفس کا سودا نہیں کرتے۔

(۷) کفر اگر اشیائے خوردنی کی ناکہ بندی کر لیتا ہے تو یہ بابا اُس سے بھیک نہیں مانگتا (بلکہ اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر اپنا توازن برقرار رکھ لیتا ہے۔

قارئین محترم ! اس بابے کی الوالعزمی غیرت محبت شرافت نصرت حمایت حفاظت کے جذبات کو قرآنِ کریم نے جا بجا سراہا ہے اس تلخیص میں تفصیلات کی گنجائش نہیں عرفانِ ابوطالب علیہ السلام کا مطالعہ فرمائیں۔

لا الہ الا اللہ کی پہلی طاقت کا نام ابوطالبؑ ہے

مکی سماج میں بت پرستی کا ناسور مزاجوں کا حصہ بن چکا تھا ایسے سنگین حالات میں لا الہٰ الا اللہ کہنا ایک جرم تصور کیا جاتا تھا جب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ طیبہ کا اعلان

فرمایا جبل ابو قبیس کی چوٹی پر تو پورا کفر مزاحمت میں کھڑا ہو گیا اسلام قبول کرنے والوں کی مختصر جمعیت اس قابل نہ تھی کہ مدِ مقابل آسکے اہلِ مکہ نے جبر و تشدد کا راستہ اپنایا ابھی ہجرت کا حکم بھی نہیں آیا تھا حالات انتہائی اذیت ناک تھے اہلیانِ اسلام بھی زد میں تھے اور خود بانیٔ اسلام ﷺ بھی زد میں تھے ان مشکل ترین حالات کا سامنا انتہائی مشکل تھا بلکہ ناممکن تھا اتنے میں غیرتِ بوطلبی نے انگڑائی لی میان سے تلوار نکالی حرم کعبہ میں آگئے پورے کفر کو للکارتے ہوئے کہا۔

اقیم علی نصر النبی محمد
اُقاتل عنه بالقنا و القنابل

ترجمہ! اے کفارِ مکہ میں نبی محمد ﷺ کی مدد میں کھڑا ہو گیا ہوں میں لڑوں گا حمایت دین میں محمد کریم ﷺ کا سپاہی بن کر پوری قوت اور اسلحہ کے ساتھ آؤ کسی میں ہمت ہے تو سامنے آؤ۔

لكنا اتبعناه على كل حالة
من الدهر جدا غير قول التهازل

ترجمہ ! ہم حال میں محمد کریم ﷺ کی اتباع کریں گے اور یہ ہمارا اعلان مکمل متانت کے ساتھ ہے مذاق کرنا ہماری عادت میں شامل ہی نہیں۔

فنعنا الرسول رسول المليك
بيض تلا لأ لمع البروق

ہم اللہ تعالیٰ مالک الملک کے سچے رسول کا دفاع کریں گے چمکدار تلواروں کے ساتھ جنکی چمک کوندتی ہوئی بجلی کی طرح ہے جس سے کفر کی آنکھیں اندھی

ہو جائیں گی۔

نبی اتاہ الوحی من عند ربہ
ومن قال لا یقرع بھاسن نادم

ترجمہ ! محمد اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں رب العزت کی طرف سے ان پر وحی آتی ہے اور جو بد بخت اس حقیقت کا انکار کرتا ہے یقینا دنیا و آخرت میں ضرور شرمندہ ہوگا

ولا شك ان اللہ رافع امرہٖ
معلیہ فی الدنیا ویوم التجاول

ترجمہ ! یقیناً بلا شک وشبہ بات کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کو بلندیاں دیگا دنیا میں بھی اور آخرت کے دن بھی ،(ایسا ہوا اور ایسا ہی یقیناً ہوگا بفضل تعالیٰ)

قارئین محترم ! یہ ہے للکارِ بوطلبی ہے کوئی حجرہ نشین نازنین جو ابو طالب بن کر آئے یا آیا ہو تو سامنے لاؤ۔

یہ بوڑھا بابا کفر میں مست جوانوں کو پچھاڑ رہا ہے اس للکار سے پورے کفر کی روحیں کانپ گئیں کفر پر سکتہ طاری ہو گیا ابو جہل عتبہ شیبہ ابو سفیان بن حرب جیسے بزدل کافر گوز مارتے ہوئے بھاگ رہے ہیں بابے نے پھر للکارتے ہوئے کہا۔

الیس ابونا ھاشم شدّ ازرہ
واوصٰی بنیہ بالطعان وبالضرب
ولسنا نمل الحرب حتی تملنا
ولا نشتکی ما قد ینوب من النکب

ولکنا اھل الحفائظ والنھی
اذا طار ارواح الکماۃ من الرعب

ترجمہ! اے کفار مکہ تم اچھی طرح جانتے ہو ہمارے جد کریم سیدنا ھاشم علیہ السلام ہیں اُس نے ان پیش آمدہ حالات کی بابت پہلے سے ہی تیاری کر رکھی تھی اور ہماری کمر کو مضبوط تر کر دیا تھا اور اپنی اولاد کو تم سے نبرد آزما ہونے کے لیے شمشیر زنی اور نیزہ بازی کی مکمل مہارت سکھا رکھی تھی، او کفارِ مکہ تمہیں آزمودہ کاروں کا سامنا کرنا پڑے گا ہم تمہاری گردنیں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیں گے۔

او کفارِ مکہ تم خوب جانتے ہو کہ ہم جنگوں سے نہیں تھکا کرتے اتنی جنگ کرتے ہیں اتنی جنگ کرتے ہیں کہ خود جنگ ہم سے تھک جاتی ہے ہم مشکل ترین حالات سے لڑ جاتے ہیں پیچھے نہیں ہٹتے نہ حرفِ شکایت اپنے منہ پر لاتے ہیں۔

او کفارِ مکہ ہم حملہ آور شیروں کی طرح میدانِ جنگ میں اُترتے ہیں اور دھاڑتے ہوئے دشمن پر حملہ کرتے ہیں جس سے دشمن کی روح بھی کانپ جاتی ہے ہم میدانِ جنگ میں اپنی غیرت وحمیت کا لوہا منواتے ہیں باوجود اسکے بھی ہم صاحب عقل و دانش ثابت ہوتے ہیں ثابت قدم رہتے ہیں۔

(دیوان ابوطالب)

قارئین محترم ! سیدنا ابوطالبؑ کی اس للکار نے کفر کے غبارے سے ہوا نکال دی پھر وفات ابی طالب علیہ السلام تک کفر سامنے آنے کی جرأت نہیں کر سکا اسی لیے میں نے برملا کہا کہ لاالہٰ الااللہ کی پہلی طاقت کا نام ابوطالب علیہ السلام ہے اور قرآن کریم نے بھی اسی عظمتِ وفا کو بیان فرماتے ہوئے واضح فرمایا کہ !

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي
الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾

(سورہ البقرہ ۱۷۷)

ترجمہ ! بلند بخت ہیں وہ لوگ جو عہدِ وفا نبھاتے ہیں شدید مصیبت کے وقت سخت مشکلات کے اور ہولناک خطرات کے وقت یہی وہ لوگ ہیں جو سچائی اور تقویٰ کی معراج پر ہیں ۔ یہ صبر واستقامت والے ہیں ۔

قارئین محترم ! دس سالہ مکی دورِ نبوت ہر مشکل حالات سے بھرا ہوا تھا اور اس سے نبرد آزمائی کے لیے قدرتِ الٰہی نے جس ذاتِ والاصفات کا انتخاب فرمایا اسی صاحبِ عزیمت کو سیدنا ابوطالب علیہ السلام کہا جاتا ہے اسی لیے قرآنِ کریم نے یہ نشاندہی فرمائی ۔

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ﴿٦﴾

(سورۃ ضحیٰ آیت ۶)

اے حبیب جب ہم نے آپکو یتیم پایا تو مضبوط پناہ کی صورت میں سید بطحا حضرت ابوطالب علیہ السلام کا آپ کے لیے انتخاب فرمایا اور یہ ہمارے عظیم احسانوں میں عظیم احسان ہیں ۔

قارئین محترم ! یہ ایک بدیہی اور متواتر حقیقت ہے اس کا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ لاالٰہ الا اللہ کی پہلی طاقت کا نام ابوطالب علیہ السلام ہے ۔

لاالٰہ الا اللہ کی پہلی حفاظت کا نام ابوطالب علیہ السلام ہے ۔

اس لیے اس مقدس ترین پیکرِ وجاہت وعصمت کو کلمہ سے نا آشنا لکھنا ایک کائناتی جھوٹ ہے اور مداہنت فی الدین کا ارتکاب ہے۔

جلالِ بوطلبی دینی غیرت کی انتہا ہے

تاریخ وسیرت کا ادنیٰ سا طالبعلم بھی جانتا ہے کہ جلال و جمال فطری احساسات ہیں مگر انکا عنوان الحب للہ والبغض فی اللہ ہو یعنی ان احساسوں کا عمل میں آنا اگر رضائے الٰہی پر مشتمل ہے تو یقیناً یہ انسانی عظمتوں کی معراج ہے اور اگر ذاتی تراش خراش کے طور پر ہو تو ان جذبات کو ماحول کا تعفّن کہا جاتا ہے، یہ حقیقت حدِ تواتر سے بھی زیادہ مضبوط ہے کہ سید بطحاء حضرت خواجہ ابوطالب علیہ السلام کے فطری احساسات کا عنوان محض خدا تعالیٰ کی رضا ہے اور حمایتِ دین الٰہی کے سوا کچھ نہیں جس کی شہادت خود مولائے کائنات علی المرتضیٰ مشکلشا کرم اللہ وجہہ نے یوں بیان فرمائی۔

لقد نصرا فی اللہ دین محمد فمن بغی قدر عیا الا

(کلام علی علیہ السلام)

ترجمہ ! مولائے کائنات علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ! حضرت ابوطالب علیہ السلام اور مخدومۂ کائنات حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ صلوۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے دین محمد ﷺ کی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مدد اور نصرت فرمائی ہر سرکش سے ٹکرا گئے اس ضمن قرابتوں کو بھی ٹھکرا دیا۔

قارئین محترم ! اب اس تصدیق کے بعد نہ تو دلیل کی ضرورت ہے نہ تصدیق کی۔

عمر بھر خواجۂ بطحا حضرت ابوطالب علیہ السلام اپنے جلال کا اظہار فرماتے تو اس کا عنوان ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت ہوتی قرآن اسکی یوں تصدیق فرماتا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

(سورۃ الفتح آیت ۲۹)

ترجمہ ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور جو بلند بخت انکی معیت میں رہتے ہیں وہ کافروں پر انتہائی سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں۔

جناب ابوطالب علیہ السلام کی وجودِ نبوت سے پچاس سالہ معیت وانضمامیت کا مکمل ریکارڈ چیک کرلیں یہی کچھ ملے گا وہ ہمہ وقت دشمنانِ نبوت کے سامنے پیکرِ جلال بن کر رہتے ایک رتی برابر رعایت نہیں کرتے ہزاروں واقعات اس دورانیے میں رونما ہوئے ہیں مگر اختصار ملحوظ ہے اس لیے ایک واقعہ عرض کیے دیتا ہوں۔

ایک مرتبہ کفارِ مکہ کے غنڈوں میں سے ایک غنڈے عبداللہ بن زبعری نے رسالت پناہِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر گوبر اور کیچڑ پھینکا جب جناب خواجۂ بطحا حضرت ابوطالب علیہ السلام کو پتہ چلا تو فوراً جلال میں آگئے ایک بڑے برتن میں گوبر اور کیچڑ کو گوندھا اور آکر عبداللہ بن زبعری کے منہ پر لیپ کردیا اور فرمایا کہ یہ چہرہ اسی لائق ہے کہ اس پر گندگی پھینکی جائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرے پر تو درود پڑھنا واجب ہے ایک مرتبہ رسالت پناہِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت خواجۂ بطحا سیدنا ابوطالبؑ کی آنکھوں سے اوجھل ہوگئے کسی دینی مصروفیت کے حوالے سے مگر آپکو پتہ نہ چل سکا فوراً جلال میں آگئے بنی ہاشم کے نوجوانوں کو فوراً مسلح کیا ہر ایک جوان کو کہا کہ ایک ایک کفر کے سرغنوں کے سرہانے

کھڑے ہوجائیں جب میں اشارہ کروں تو فوراً ہر سر تن سے جدا کر دینا۔

اتنے میں اچانک حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے آ کر اطلاع دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل خیریت سے اپنے اصحاب سے کسی پوشیدہ مقام پر گفتگو فرما رہے ہیں اس پر آپکا غصہ ٹھنڈا ہو گیا مگر پھر بھی کفارِ مکہ سے تنبیہاً فرمایا دیکھو میرے محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ ہو گیا ہوتا تو آج کسی کی گردن سلامت نہ رہتی ہاشمی جوانوں سے فرمایا کہ انکے سامنے اسلحہ لہراؤ چنانچہ جب جری جوانوں نے اسلحہ لہرایا تو تمام کافر بھاگ گئے اور اُن میں سب سے آگے بھاگنے میں ابو جہل تھا ابوسفیان تھا۔

(کتب عامہ تاریخ وسیرت)

خواجہ بطحا سیدنا ابوطالبؑ نے زندگی کے آخری سانس بھی دین کی حمایت میں پیش کر دیئے

جب حضرت سیدنا ابوطالبؑ صاحب فراش ہو گئے اور مرض الموت تک پہنچے کفار مکہ کو پتہ چلا تو وہ خوشی سے نہال ہو گئے کہ ہماری سب سے بڑی رکاوٹ دور ہو گئی جب اس مصنوعی خوشی کا علم جناب سید بطحا ابوطالب کو ہوا تو ایمانی غیرت نے انگڑائی لی تمام بنی ہاشم علیہ السلام کو بلایا اور حالات کی سنگینی سے آگاہ کرتے ہوئے یوں وصیت فرمائی۔

اوصی بنصرا لنبی الخیر مشهده
علیا ابنی وعم الخیر عباسا

وحمزة الا سد المخشی صولته
وجعفرا ان تذودوا دونه الناسا
وهاشما کلها اوصی بنصرته
ان یاخذوا دون حرب تقوم امراسا
کونو فدی لکم نفسی وما ولدت
من دون احمد عند الرع اتراسا
بکل ابیض مصقول عوارضه
تخاله فی سواد الیل مقباسا

ترجمہ ! اے میرے خاندان والو میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کفارِ مکہ کی خوشیوں پر پانی پھیر دو نبی خیر کی حمایت میں کھڑے ہو جاؤ خدا تعالیٰ اس کی عظمتوں کا خود گواہ ہے، خصوصاً اے میرے بیٹے علی المرتضیٰ اور نبی کے پیارے چچا عباس مجھے تم پر یقین ہے کہ تم اپنا فرض نبھاؤ گے اے حمزہ تیری دھاڑ سے کفر کے کلیجے کانپتے ہیں تیرا دبدبہ اور چوٹ کفر نہیں برداشت کر پائے گا اے جعفر حمایت محمد میں تم لوگوں سے سبقت لے جانا اے بنی ہاشم میں تم سب کو وصیت کرتا ہوں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد و نصرت کی جب بدخواہ لوگ آمادہ جنگ ہو جائیں تو تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ڈھال بن جانا مزید یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حمایت میں اپنی چمکدار تلواریں لے کر میدانِ جنگ میں اُتر آنا سب کے سب قربان ہو جانا مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آنچ نہ آنے دینا میں جانتا ہوں کہ تمہاری تلواروں کے شعلوں سے اندھیری راتیں بھی روشن ہو جایا کرتی ہیں مجھے تم پر پورا اعتماد ہے مگر تمہیں بھی میرے اعتماد پر پورا اُترنا ہوگا۔

قارئین محترم ! یہ ہے طرزِ وفا کی شان میلاد النبی ﷺ سے لیکر مکمل پچاس سال تک آخری سانس تک زندگی کی ہر سانس کا عنوان وفائے محمد ﷺ اور خدمت و نصرت دین محمد ﷺ ہے سلام ہو سلام ہو سلام ہو اُن سانسوں پر جو رفیق حیات بن کر اس لیے چلتے رہے کہ محمد ﷺ اور انکا دین خیریت سے رہیں۔

ضروری وضاحت !

بعض مسلکی برقعہ پوش اہلِ علم یہ اعتراض لگائیں گے کہ مجوزہ مواد کلامِ ابوطالبؑ سے ہی پیش کیا گیا ہے جبکہ اس کلام کی سند ہی کوئی نہیں جواباً عرض ہے کہ شعر و سخن کی کائنات میں اسناد کا علم ہی ایجاد نہیں ہوا کہ ہر شعر پر الگ سے سند کا اہتمام ہوتا ہم بحمد اللہ تعالیٰ کلامِ ابوطالبؑ میں وہ واحد کلام ہے جسکی اسناد موجود ہیں حتیٰ کہ صحیح بخاری شریف میں بھی اس کلام کی سند ملتی ہے بلکہ یہ وہ مقدس کلام ہے جسے رحمتِ عالم ﷺ نے پورے اہتمام کے ساتھ سماعت فرمایا اور اس کے سننے کی شدید خواہش کا اظہار فرمایا اور جناب سید بطحاء حضرت ابوطالبؑ کے لیے دعا فرمائی (بخاری)

معترضین سے اتنی گذارش ہے کہ یہ مولنا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام حدائق بخشش کے ہر شعر کی الگ سے سند مہیا کر دیں پھر ہم سے سند کا مطالبہ کریں ہم اسناد مہیا کرنے کے پابند ہیں اگر یہ ایسا نہیں کر سکتے اور نہ ہی کر سکیں گے تو پھر ہم سے انکا مطالبہ بنتا ہی نہیں۔

(فریدی)

تکفیرِ ابی طالب علیہ السلام پر دی گئی روایات کی مردود اسناد کی تفصیل

(۱) روایت مسیب بن حزن کی مردود اسناد پر جرح

پہلا راوی حضرت مسیب بن حزن رضی اللہ عنہ ہے ۲۱ سال بعد اسلام لائے مکی زندگی پر سماع کہیں مذکور نہیں ۔ کیونکہ فتح مکہ سے قبل ان کا ایمان ثابت نہیں فتح مکہ کے بعد ان کو صحبتِ نبوی کے قریباً دو سال میسر آئی ۔ مگر قربتیں کتنی رہیں اس کا ریکارڈ معلوم نہیں ہوسکا ۔ مزید برآں یہ بات بھی حتمی ہے کہ مدینہ طیبہ کی رفاقتوں میں مسیب کے سامنے کبھی بھی وفاتِ ابوطالب علیہ السلام کی بابت تبادلہ خیال رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا کیونکہ اس کا مستقل حتمی یقینی قطعی کسی کے پاس کوئی ثبوت نہیں ۔

گویا یہ روایت اپنے اصل راوی کے اعتبار سے کوئی دینی علمی حقیقت نہیں رکھتی کیونکہ اس راوی کے پاس حصول روایت کا مبداء علم ہی نہیں ۔

دوسرے راوی ! حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما ہیں فقیہہ مدینہ کے نام سے معروف ہیں تابعی ہیں مگر حصولِ روایت میں صرف سماع پر اعتماد کیا ہے ضروری تھا کہ وقوعہ کی پوری علمی قانونی تحقیق فرماتے ۔

تیسرے راوی ! محمد بن مسلم الزہری ہیں ۔ ان کی بابت آجری نے کہا کہ

ابی داؤ کہتے ہیں۔

"جميع حديث الزهری کله ألفا حديث ومائتا حديث النصف منها مسند وقدر مائتين عن غير الثقات وأما اختلفوا فيه"

ابن شہاب زہری کی کل تعداد روایت ایک ہزار اور دوسو ہیں ان میں سے آدھی مسند ہیں اور دوسو روایات انہوں نے غیر ثقہ راویوں سے روایت کی ہیں۔اسی لیے ان کی شخصیت مختلف فیہ ہے۔

(التہذیب التہذیب)

محمد بن مسلم الزہری الحافظ الجحہ "كَانَ يُدَلِّسُ فِي النَّادر" محمد بن مسلم الزہری حافظ حجہ ہیں مگر مسلسل تدلیس فرماتے ہیں نوادر کے اندر۔

(میزان الاعتدال)

چوتھے راوی ! معمر بن راشد ہیں۔

"معمر بن راشد أبو عروة أحد الاعلام الثقات له أوهام معروفة احتملت فی سعة ما أتقن قال ابو حاتم صالح الحديث وما حدث به بالصبر ففيه أغاليط قال معمر عن ثابت ضعيف"

ابوحاتم کہتے ہیں ان کی بصرہ کی روایات میں غلطیاں اور ثابت سے ضعیف روایت کرتے ہیں۔

(میزان الاعتدال)

پانچویں راوی ! اسحاق بن ابراہیم !

راوی عن عبدالرزاق احادیث منکر فوقع التردد"

یہ عبدالرزاق سے منکر حدیثیں روایت کرتے ہیں اس لیے ان کی روایات میں تردد واقع ہوا ہے۔ (ایضاً)

چھٹے راوی ! عبدالرزاق بن ہمام۔

وقال النسائی فیه نظر لمن کتب عنه باخبرة روی عنه احادیث مناکیر وقال ابن عدی حدث بالاحادیث فی فضائل لم یوافقه علیها احد سالب لغیر هم مناکیرة ونسبوه الی التشیع وقال دار قطعنی یخطی علی معمر فی احادیث۔

ترجمہ ! ابن عدی کہتے ہیں کہ ان کی فضائل کی روایات کے ساتھ کسی نے بھی موافقت نہیں کی۔ کئی لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے ان کو شیعہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے. دارقطنی کہتے ہیں کہ یہ معمر کی حدیثوں میں غلطی وخطا کرتے تھے (ایضاً)

ساتویں راوی ! اسحاق بن راہویہ ہیں۔

آجری نے کہا کہ میں نے ابوداؤد سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ۔

"تغیر حفظه قبل ان یموت بخمسة اشهر قال

الحجاج حدیث قیل اسحاق اختلط فی اخر عمرہ
ان کا حافظہ آخری عمر میں وصال سے پانچ ماہ قبل مختلط ہوگیا تھا
تبدیل ہوگیا تھا۔

(میزان الاعتدال)

آٹھویں راوی ! ابوالیمان

"حکم بن نافع نے بشر بن شعیب" سے سماع کا دعویٰ کیا تھا مگر اس کے بیٹے نے یہ دعویٰ مسترد کر دیا تھا۔ بشر بن شعیب کے بیٹے نے کہا کہ یہ حضرت ہمارے پاس اس وقت سماع حدیث کے لیے تشریف لائے جب والد صاحب وفات پا چکے تھے (ایضاً)

نویں راوی ! محمد بن حفصہ البصری ہیں ان کے متعلق ابن معین نے کہا کہ وہ ابتداء ثقہ تھے صالح تھے مگر پھر "لیس بقوی " یہ قوی نہیں رہے پھر کہا کہ "ضعیف" یہ ضعیف ہے۔ نسائی نے کہا ھو ضعیف الحدیث کہ یہ ضعیف الحدیث ہے۔ ابن عدی نے کہا "ضعفا الذین یکتب حدیثھم " یہ ضعیف لوگوں کی روایات لکھا کرتا تھا۔ (ایضاً)

دسویں راوی ! سلمان بن عبد الرحمٰن ۔ ان کے متعلق ابو حاتم نے کہا "صدوق الاروی عن ضعفاء"

یہ ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت کرتے تھے" قال ابوداؤد ھو یخطی کما یخطی الناس" یہ روایت کرنے میں خطا کرتے تھے جیسے لوگ خطا کرتے ہیں۔ دارقطنی نے کہا "ثقة عندہ منا کیر عن الضعفا" ان کے

نزدیک مناکیر اور ضعیف بھی ثقہ شمار ہوتی تھیں (ایضاً)

گیارہویں راوی ! یونس بن یزید ہے ایلی ہے "قال ابن سعد فی قوله لیس بحجة "ابن سعد نے کہا کہ یہ حجت نہیں ہے" وقال الوکیع سیئ الحفظ "وکیع نے کہا یہ اس کا حافظہ برا تھا" وکذا استنکرله احمد بن حنبل احادیث" امام احمد بن حنبل نے ان کی روایت کا انکار کیا ہے۔

"وقال الاثرم ضعف احمد امر یونس "اثرم نے کہا کہ امام احمد نے انھیں ضعیف کہا ہے (ایضاً)

یہ ہیں وہ رواۃ جو صحیح بخاری میں اس روایت کے مختلف طرق سے وابستہ ہیں ہر راوی متکلم فیہ ہے خود اصل راوی روایت کرنے کا نہ قانوناً اہل ہے نہ شرعاً۔ نہ روایتاً نہ درایتاً اہل ہے۔ اب ایسے راویوں سے آنے والی روایت کیسے مفید یقین ہو سکتی ہے؟

(۲) روایت ابوہریرہ کی مردود سند پر جرح

اس حدیث کا ہر راوی قابل اعتماد ہی نہیں مثلاً یزید بن کیسان "قال ابو حاتم لا یحتج به وقال سعید القطان هو صالح وسط لیس من یعتمد علیه "ابوحاتم کہتے ہیں یزید بن کیسان کی روایت قابل حجت ہی نہیں۔ سعید بن قطان کہتے ہیں یہ قابل اعتماد ہی نہیں۔

(میزان الاعتدال)

روایتِ ضحضاح پر جرح

(۱) روایت عباس بن عبد المطلبؓ کی مردود سند پر جرح

سب سے پہلے ہم اس روایت کا سند کے حساب سے جائزہ لیتے ہیں، اس روایت کی سند میں ایک راوی ہے محمد بن عبد الملک بن مروان الاموی۔ یہ اموی غنڈوں میں سے تھا اور بنو اُمیہ کی اسلام دشمنی اور حرم نبوت کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی تھی، اور مشہور تر تھی۔ تو دشمن سے یہی توقع کی جا سکتی ہے جو آپ نے اس روایت میں پڑھا ہے، اصول حدیث کا قاعدہ یہ ہے کہ متعصب راوی کی روایت مخالف کے خلاف قابل قبول ہی نہیں اور بنو اُمیہ کا حرمِ نبوت سے تعصب ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے۔

"قال ابو داؤد لم یکن بمحکم العقل" کہ محمد بن عبد الملک بن مروان بن الحکم کی مت ماری ہوئی تھی اس کی عقل ہی ٹھکانے نہیں تھی۔

(میزان الاعتدال)

نوٹ! یہ یقینی بات ہے کہ جب تعصب میں بندہ اندھا ہو جائے جس طرح حرمِ نبوت کے خلاف بنو امیہ اندھے ہو گئے تھے تو ایسی صورت میں مت ماری جاتی ہے تبھی تو اہل حکمت نے کہا کہ غصہ عقل کو کھا جاتا ہے اور تکبر نیکیاں برباد کر دیتا ہے بنو اُمیہ ان ہر دو بد عادتوں میں سب سے آگے تھے وہ بھی حرم نبوت کی بابت بناء بریں ان کی مت بھی ماری ہوئی تھی اور ان کے پلے نیکی بھی نہیں رہی تو ایسے راوی کی روایت مسترد ہی

سمجھی جاتی ہے۔

نوٹ ! اس روایت کے موضوع ہونے کا ایک سبب تعصب راوی ہے۔

موضوع روایات کے اسباب میں تعصب بنیادی سبب ہے حدیث وضع کرنے کا (کتب عامہ فی اصول الحدیث) اسی باب کی اگلی حدیث میں ایک راوی ہے عبدالملک بن عمیر اس کے بارے میں بھی میزان الاعتدال میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

"عبد الملك بن عمير اللخمي الكوفي الثقة ولكنه طال عمره وساء حفظه قال ابو حاتم ليس بحافظ تغير حفظه وقال احمد ضعيف يغلط وقال ابن معين مختلط"

ترجمہ ! عبدالملک بن عمیر کے متعلق اگرچہ وہ ثقہ تھے لیکن طویل عمر ہونے کی وجہ سے حافظہ کمزور ہوگیا تھا ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ حافظ حدیث نہیں تھے اور ان کے حافظے میں تغیر آگیا تھا. امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ ضعیف تھے اور غلطیاں کرتے تھے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ روایات کو خلط ملط کرتے تھے۔

(میزان الاعتدال ذہبی)

(۲) روایت ابوسعید خدری کی مردود سند پر جرح

وحدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا ليث عن ابن الهاد عن عبدالله بن خباب عن ابي سعيد الخدري

ان رسول الله ﷺ ذکر عنده عمه ابوطالب فقال لعله تنفعه شفاعتی یوم القیامة فیجعل فی ضحضاح من نار یبلغ کعبیه یغلی منه دماغه

(صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۱۰)

یہ روایت سنداً مردود ہے۔ حدیث نمبر ۴۲۱۔ خلاصہ اس کی سند میں دو راوی متکلم فیہ ہیں۔

(۱) لیث بن سعد، یحییٰ بن معین کہتے ہیں!

"کان یتساھل فی الشیوخ والسماع"

یہ سماع حدیث میں تساہل پسند تھے۔

(۲) ابن الھاد "قال ابو حاتم لیس بقوی" امام ابو حاتم نے کہا کہ ابن الھاد قوی راوی نہیں۔

(میزان الاعتدال ذہبی)

اس باب میں یہ سب بھاری حدیث سمجھی جاتی ہے لیکن اس حدیث کے مندرجات پر غور کریں تو اس سے بھاری حدیث اس باب کی حدیث نمبر ۴۲۴ جس میں حضرت نعمان بن بشیر خطبہ دیتے ہوئے یہ ارشاد فرماتے ہیں "سمعت رسول الله ﷺ" کہ میں نے خود سنا رسول اللہ ﷺ سے۔ یہاں سماعت کی نصاً وضاحت ہے جبکہ دیگر روایات میں ایسا نہیں ہے ترجیحاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس روایت میں سماعت واضح تر ہوگی وہ روایت دوسری روایات پر فوقیت رکھے گی۔ اس اعتبار سے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ والی روایت واضح تر ہے اور اس میں حضرت ابوطالب علیہ السلام کا ذکر

تک نہیں ہے بلکہ کوئی عام شخص ہے جس کی بابت یہ فرمایا گیا ہے تاہم ان روایات کی فنی بحث پر ایک مستقل کتاب لکھی جائے گی وہاں پورے علمی کوائف ملیں گے سرِ دست ایک سادہ وضاحت حاضر خدمت ہے۔

(۳) روایت عبداللہ ابن عباس کی مردود سند پر جرح

قارئین محترم ! اس حدیث سے کفر ابی طالب علیہ السلام کا استدلال کیا جاتا ہے سب سے پہلے ہم اس حدیث کی سند پر گفتگو کریں گے اس میں دو راوی ہیں جو متکلم فیہ ہیں یعنی قابل اعتراض ہیں۔

(۱) ابو بکر بن ابی شیبہ ہیں۔ ان کا پورا نام عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن شیبہ ہے ان کی بابت اہل اصول حدیث نے کہا ہے کہ یہ متانت سے خالی تھا اور ضعیف تھا (یعنی قابل اعتماد نہ تھا)

"قال ابو احمد الحاکم لیس بالمتین عندھم وقال ابوبکر بن ابوداؤد ضعیف"

ابو احمد امام حاکم نے کہا یہ شخص غیر سنجیدہ تھا۔ ابو بکر بن داؤد نے کہا کہ یہ ضعیف تھا۔

(میزان الاعتدال)

(۲) حماد بن سلمہ۔ ان کی بابت ابتداء اہلِ علم نے بڑے مناقب بیان کیے مگر انتہاء معاملہ بالکل الٹ ہوگیا ان کا حافظہ قابل اعتماد نہ رہا اور دوسری سنگین ترین بات یہ ہے کہ ان کی کتابوں میں ملاوٹ کر دی گئی تحریف کر دی گئی من پسند لفظوں اور مفہوموں کو ان کی کتب میں گھسوڑ اگیا۔ چنانچہ امام ذہبی نے اس کی پوری نشاندہی کی

-۷

"قال ابن الثلجی فسمعت عباد بن صھیب یقول ان حماد اکان لا یحفظ . وکانوا یقولون انھا دست فی کتبه وقد قیل ان ابن ابی العوجاء کان ربیبه فکان یدس فی کتبه قال الحاکم فی المدخل ماخرج مسلم لحماد بن سلمة فی الاصول الامن حدیث الثابت"

(میزان الاعتدال، ذہبی)

ابن ثلجی نے کہا کہ میں نے عباد بن صہیب سے سنا وہ کہتے ہیں بیشک حماد بن سلمہ کا حافظہ نہیں تھا یعنی روایت حدیث میں ان کا حافظہ متحضر نہیں تھا۔ بہت سارے اہلِ علم نے یہ کہا کہ ان کی کتابوں میں ملاوٹ کر دی گئی بہت کچھ گھسیڑا گیا یہ کام ان کا ایک پچھلگ لڑکا تھا ایک قول کے مطابق ابن ابی العوجاء نامی ربیب تھا پچھلگ تھا۔

اس نے شرارت کی اور حماد بن سلمہ کی کتابوں میں اپنے وضعی الفاظ اور مفاہیم داخل کیے امام حاکم کہتے ہیں کہ اسی لیے امام مسلم نے ان کی روایات کو اصول میں نہیں لیا سوائے ان کے جو ثابت کی احادیث ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کو مسالک الحنفاء میں یوں بیان کرتے ہیں۔

ان حماد اتکلم فی حفظه وقع فی حدیثه مناکیر ذکر ان ربیبه دسها فی کتبه کان حماد لا یحفظ فحدث بها فوهم فیها و من ثم لم یخرج له البخاری شیا ولا خرج له مسلم فی الاصول الامن روایته عن ثابت۔

ترجمہ ! بے شک حماد راوی کی بابت بہت کلام کیا گیا ہے علماء نے ان کے حافظے پر اعتراض کیا ہے اور ایک یہ بھی ایک اعتراض کیا ہے کہ ان کی مرویات میں بہت سی مناکیر روایات موجود ہیں اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے ایک لے پالک نے بہت سی باتیں ان کی کتابوں میں گھسیڑ دی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اسی لیے امام بخاری نے ان سے ایک بھی روایت قبول نہیں کی اور امام مسلم نے بھی اصول میں کوئی روایت نہیں لی سوائے ثابت کی حدیثوں کے اور حماد چونکہ اپنی روایات کے حافظ نہ تھے اس لیے وہ حدیث بیان کرتے وقت ان زائد باتوں کو بھی حدیث کے طور پر بیان کرتے جو فی الواقع حدیث نہ ہوتیں کیونکہ ان کو ان میں وہم پڑ گیا تھا۔

منکر روایت ! منکر روایت اس کو کہا جاتا ہے جس میں راوی اپنے سے ثقہ راوی کی مخالفت کرے۔

(فریدی)

(۴) روایت علی ابن ابی طالب کی مردود سند پر جرح

نصب الرایہ

عن ابی اسحاق به بلفظ السنن. زاد الشافعی فیه فقلت یارسول الله. انه مات مشرکا. قال اذهب فواره ومن طریق الشافعی رواه البیهقی فی سننه الوسطی ثم قال وناجیة بن کعب لا نعلم روی عنه غیر ابی اسحاق. قاله ابن المدینی وغیره من الحفاظ. وروی البیقهی فی سننه حدیث علی هذا من طرق. وقال انه حدیث باطل. واسانیده کلها ضعیفة وبعضها منکر. واما حدیث ابی هریرة مرفوعا من غسل میتا فلیغتسل. ومن حمله فلیتوضا رواه ابوداود. والترمذی. وحسنه وضعفه الجمهور. وبسط البیهقی القول فی طرقه. وقال الصحیح وقفه. قال قال الترمذی عن البخاری. عن احمد بن حنبل. وابن المدینی. قالا لا یصح فی هذا الباب حدیث. وقال محمد بن یحیی الذهلی شیخ البخاری لااعلم فیه حدیثا ثابتا. وقال ابن المنکدر لیس فیه حدیث ثابت.

"وقال محمد بن یحییٰ الذهلی شیخ البخاری
لا اعلم فیه حدیثا ثابتاً"

(شرح سنن ابی داؤد، عینی)

ترجمہ وخلاصہ

(۱) امام علی بن مدینی مشہور نقاد ہیں فرماتے ہیں ناجیہ بن کعب کو نہیں جانتا کہ سوائے ابی اسحاق کے کسی اور نے روایت کیا ہو۔ تہذیب التہذیب میں ہے "وھو مجھول" اور وہ مجہول ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل باطل ہے اس کی تمام اسناد ضعیف تر ہیں اور بعض احادیث منکر ہیں۔ نصب الرایہ فی تخریج احادیث ہدایہ میں بھی مکمل یہی عبارت ہے۔

(۲) اس ضمن میں ایک حدیث بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی میت کو غسل دیا اسے چاہیے کہ وہ خود بھی غسل کرے اور جس نے جنازہ کو کندھے پر اٹھایا اسے چاہیے کہ وہ خود وضو کرے۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اس روایت کی بابت اہل علم نے کہا کہ اس باب میں کوئی بھی صحیح حدیث نہیں۔

وروی البیهقی فی سننه حدیث علی هذا من طرق
وقال انه حدیث باطل واسانیده کلها ضعیفة
وبعضها منکر

نوٹ! مذکورہ حدیث کے تمام طرق بیان کرنے کے بعد فیصلہ

دیا کہ یہ حدیث اصلاً باطل ہے جھوٹی ہے مگر افسوس کہ مکفرین
نے اس باطل جھوٹی حدیث کو بھی دلیل کفر بنا ڈالا جس دعوے کی
دلیل جھوٹی ہو اس دعوے کے جھوٹے ہونے میں شک نہیں رہتا

(نصب الرایہ)

کفرابی طالب پر دیئے گئے دلائل کا علمی تجزیہ

مضمون روایت ! ترجمہ، سعید بن میبؓ اپنے باپ میب بن حزن سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو طالب علیہ السلام وفات پانے لگے تو اُنکے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے جناب ابو طالب علیہ السلام کے پاس ابو جہل اور عبداللہ بن ابی اُمیہ بیٹھے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ! اے میرے چچا آپ لاالہٰ الااللہ پڑھ لیں میں اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کے لیے گواہی دوں گا یہ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ کی بخشش کا تقاضا کروں گا اس پر ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بولے اے ابو طالب کیا آپ ملتِ عبدالمطلب یعنی انکے دین سے منہ پھیر لو گے؟

رسول اللہ ﷺ مسلسل کلمہ پڑھنے کا تقاضا کرتے رہے اور ابو جہل عبداللہ بن امیہ اپنی بات لوٹاتے رہے حتیٰ کہ ابو طالب علیہ السلام نے کہا کہ میں دین عبدالمطلب علیہ السلام پر مرونگا لا الہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں آپ کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہی رہوں گا جب تک مجھے اللہ تعالیٰ اس سے روک نہ دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ترجمہ ! نبی اور ایمان والوں کے لیے مناسب نہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ یہ مشرک انکے انتہائی

قریبی ہی کیوں نہ ہو جب کہ انکا جہنمی ہونا واضح ہو چکا۔

اور یہ آیت بھی نازل ہوئی بیشک آپ جسے محبوب رکھتے ہیں اُسے ہدایت نہیں دے سکتے ہاں اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے.

(صحیح بخاری کتاب آل ایمان)

تجزیہ: یہ روایت میسب بن حزن کی طرف منسوب ہے یہ روایت مردود ہے

(۱) قارئین محترم! اس روایت کا پہلا کردار سند میں جو راوی میسب بن حزنؒ ہے یہ طلوع اسلام کے اکیس سال تک مسلسل کافر رہا اور یہ روایت اس کے زمانہ کفر کا تراشا ہوا ایک مصنوعی خیال ہے حالانکہ راوی کا مسلمان ہونا شرط روایت ہے یہ صحابی بھی نہیں بلکہ طلقاء سے ہے اور طلقا کو صحابہ کرام صحابی نہیں مانتے ابن حبان انکو تابعین میں شمار کرتے ہیں تفرداً۔

(۲) وقوعہ وفاتِ ابو طالب علیہ السلام مبصر محسوس ہے (دیکھا جانا محسوس کیا جانا) اسے وہی شخص روایت کرسکتا ہے جو اس کا عینی شاہد ہو جبکہ میسّبؓ بن حزن عینی شاہد ہے اور نہ ہی کسی عینی شاہد نے اُسے یہ بیان کیا ہے۔

(۳) وفات ابی طالب علیہ السلام کے عینی شاہد تمام اہلبیتِ نبوت ہیں اور خود صاحب نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں یہ جھوٹا وقوعہ زندگی بھر نہ خاندان نبوت کی زبان سے کسی نے سنا اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مبارک سے کسی نے سنا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زندگی بھر اسے بیان فرمایا چونکہ یہ وقوعہ سرے سے ہی جھوٹا تھا اس لیے کسی عصمت مآب کی زبان پہ نہیں آیا معصوم لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔

(۴) اس جھوٹے وقوعہ میں قرآن کریم کی دو آیات کا ناجائز استعمال کیا گیا ہے حالانکہ

ان آیات کا اس واقعہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ، نہ ہی نفس مضمون کے اعتبار سے اور نہ ربطِ کلام الٰہی کے اعتبار سے۔

دلیل ! یہ واقعہ وفاتِ ابی طالب علیہ السلام ۱۰ سن نبوی کا ہے سورۃ توبہ کی آیت ۱۱۳ کا نزول بالاتفاق سن ۹ ہجری کو ہے اس دوران وقت کا دورانیہ تقریباً بارہ سال سے کچھ زائد بنتا ہے بنابریں یہ مذہب ہی فضول اور جھوٹا ہے کہ نبی ایک غلط کام کا آغاز کریں اور اللہ تعالیٰ اس ناجائز کام کی اجازت بارہ سال تک دیتا رہے بارہ سال بعد اُسے روک دے، مزید یہ کہ کائنات کے کسی شخص کے پاس کوئی ایسی دلیل ہی نہیں جس سے یہ ثابت کرسکے کہ یہ آیت ابو طالب علیہ السلام کی بابت نازل ہوئی ہے، دوسری آیت کا بھی ابو طالب سے کوئی تعلق نہیں۔

(۵) اس روایت میں مذکورہ آیت کو بیان کرنے والا اس وقت کا ایک کافر ہے نہ تو اسے فہمِ قرآن کی لیاقت ہے اور نہ ہی وہ قرآن سننا پسند کرتا ہے بلکہ رسول ﷺ کا دشمن ہے قرآن کا دشمن ہے اہلِ اسلام کا دشمن ہے اور دشمن سے یہی توقع ہوسکتی ہے حیرت ہے امت ایک غیر عینی شاہد جو دشمن ہے اس وقت کا اس کی بات پر یقین کر رہی ہے اور عینی شاہدوں کی بات نہیں مانی جارہی اسی کو جبری تحکم کہتے ہیں اور مصنوعی جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ عینی شاہد تمام اہلبیت نبوت ہیں، حضرت عباس کی عینی شہادت تصدیق میں موجود ہے۔

(۶) اس روایت میں دو مصنوعی گواہ پیش کیے گئے ہیں ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کیا اندھا پن ہے روایت گردوں کا کہ ان گواہوں نے زندگی بھر یہ واقعہ کبھی بیان ہی نہیں کیا نہ خود سے اور نہ ہی کسی اور سے نہ ہی راوی مسیب سے حالانکہ اگر اس

دتو یہ کی کوئی حقیقت ہوتی تو یہ دونوں گواہ کفر کے سرغنے تھے یہ ڈھول پیٹتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانے کا اس سے اچھا موقع اور کیا ہو سکتا تھا کہ جو سب سے بڑا نبوت کا حامی تھا وہ کلمہ نہیں پڑھتا ہم کیوں پڑھیں بنابریں یہ روایت نہیں شرارت ہے۔

(۷) اس روایت کے تمام طرق سے گیارہ راوی مطعون مجروح متکلم فیہ ہیں اب یہ روایت علمی بنیادوں پر مفید یقین تو کیا مفید ظن بھی نہیں ہو سکتی بنابریں یہ روایت سنداً مردود ہے۔

نوٹ : مردود وہ روایت ہوتی ہے جس کی سند متصل نہ ہو یا اسکی سند میں مذکور راویوں سے کوئی ایسا راوی ہو جس پر اہل علم نے کوئی علمی یا اخلاقی طعن کیا ہو اس روایت میں تو گیارہ راویوں پر طعن موجود ہے بنابریں یہ روایت دو مرتبہ مردود ہے نہ تو اسکی سند متصل ہے اور نہ اس کے راوی غیر مطعون ہیں اور نہ ہی یہ روایت عینی مشاہدے پر مبنی ہے بنابریں یہ روایت جعلی بھی ہے اور جھوٹی بھی ہے قرآن وسنت کا کوئی قاعدہ اسے سچ نہیں مانتا اور نہ ہی کسی کے پاس اس کی سچائی کے لیے قرآن وسنت سے کوئی یقینی دلیل ہے۔ (تفصیلات مقدمہ عرفان ابی طالب علیہ السلام میں دیکھیں) یہ روایت سنداً مردود ہے۔

یہ روایت متناً مضحکہ خیز ہے

قارئین محترم ! یہ اس روایت کا سارا متن جھوٹا اور مضحکہ خیز ہے کیونکہ راوی مسیب نہ اپنے مشاہدے پر کوئی دلیل دے سکے اور نہ ہی اس روزن دیوار کی نشاندہی کر سکے جس سے اپنا تراشا ہوا خیال عینی مشاہدے پر مشتمل بیان کر سکیں اسی لیے اس

روایت پر ہنسی کو بھی ہنسی آ رہی ہے۔

مضحکہ خیزی کی دلیل

(۱) مصنوعی گواہی کے گواہان غیر عینی شاہد کو غیر موجود شخص کو نظر آ گئے مگر وہاں موجود نفوسِ قدسیہ کو نظر نہیں آئے حالانکہ یہ معاملہ حرم نبوت کا تھا نہ کہ مسیب کے گھر کا تھا تو گھر والے کسی گواہ کی نشاندھی نہ کر سکے مگر غیر موجود شخص یہ نشاندہی کر رہا ہے یہی مضحکہ خیزی ہے اہلِ علم کی دیدہ دلیری دیکھو اس وقت کے ایک کافر مشرک کو علمِ غیب جاننے کا اپنی طرف سے طغمہ دے رہے ہیں! استغفراللہ

(۲) راوی کے مطابق ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کو تو وہاں بولنے کی اجازت ہے مگر خاندانِ نبوت کو بولنے کی اجازت نہیں یہ غیرت علویہ اور جلالت عبایہ کے ساتھ کھلا ہوا مذاق ہے یہی مضحکہ خیزی ہے۔

(۳) اکیس سال تک کفر میں رہنے والے شخص فتح مکہ آٹھ ۸ سن ہجری کو تلوار کی زد سے بچنے کے لیے کلمے کی اوٹ لیتا ہے دس ۱۰ سن نبوی کو ہونے والے واقعے کو ۳۲ سال بعد صرف اپنے بیٹے سے بیان کرتا ہے اس سے پہلے یہ سربستہ راز اُمت پر نہیں کھلتا اس راز کو طلقا سے ایک طلیق کھولتا ہے جس نے نہ یہ راز خود آنکھوں سے دیکھا نہ کسی دیکھنے والے سے سُنا معاملہ حرم نبوت کا ہے اسے نہ صاحب نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ جان پائے نہ اہلبیت نبوت جان پائے نہ اکابر صحابی جان پائے اکیس ۲۱ سالہ کفر کا پیکر رکھنے والا آیات کو بھی جانتا ہے حالات کو بھی جانتا ہے یہی مضحکہ خیزی ہے۔

(۴) شرمناک بات یہ ہے کہ واقعہ سے متعلقہ آیت تو بہ نمبر ۱۱۳ کا نزول

بالاتفاق بارہ ۱۲ سال بعد مدینہ شریف میں نو ۹ سن ہجری میں غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد کفارِ مکہ کی بدعہدیوں پر سوشل بائیکاٹ کے حوالے سے ہوتا ہے مگر راوی کہتا ہے کہ یہ کفر ابی طالب میں نازل ہوئی یعنی نزول آیت سے بارہ سال پہلے راوی پر نزول ہوگیا۔ نعوذ باللہ اگر یہ وحی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوتی تو اس حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وضاحت کہیں معلوم ہوتی جبکہ ایسا کہیں نہیں، اسی کو مضحکہ خیزی کہتے ہیں۔

(۵) اس وقت حصولِ علم دین کے ذرائع کل چار تھے نمبر ۱ وحی نمبر ۲ صاحب وحی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر ۳ عینی مشاہدہ نمبر ۴ کسی عینی شاہد کا تفویضی مشاہدہ اسکے علاوہ کوئی ذریعۂ علم ہی نہ تھا نہ سیٹلائٹ تھی نہ ٹیلیفونک نظام تھا نہ ذرائع ابلاغ کی سائنسی صورت تھی، میں پوچھتا ہوں مسیب بن حزن کی اس روایت کے پجاری اہل علم سے کونسا ایسا ذریعۂ علم تھا مسیبؓ کے پاس اس روایت کے حصول کا کسی یقینی دلیل سے نشاندہی کردیں معاصر اہلِ علم۔

تحقیق کے مطابق مذکورہ راوی کے پاس کوئی بھی ذریعۂ علم نہیں اس روایت کی بابت اور اگر معاصر اہل علم کو کھلی ہو کہ جناب ہوسکتا ہے کہ کسی عینی شاہد نے انہیں بتادیا ہو تو اس کی نشاندہی کردیں۔ جناب من، اسی ہوسکنے نے پوری امت کو برباد کرکے رکھ دیا ہے۔

حضور والا یہ واقعہ حرم نبوت سے متعلق تھا ایسے حالات میں اہلِ خانہ ہی مرنے والے کے قریب تر ہوتے ہیں یہ عادت بھی ہے روایت بھی ہے ان سے بہتر ان حالات کو اور کون جان سکتا ہے پھر یہ خبر رسانی اہلِ بیت نبوت ہی سے کسی نے کی ہوگی؟ کتنی شرمناک بات ہے کہ یہ کہا جائے کہ اہلِ حرم نے جا کر ایک کافر مشرک

دشمن کو اس کے گھر یہ رام کہانی بیان کی ہو گی. اس قسم کی غالیہ بے غیرتی ایک سادہ مسلمان بھی نہیں کر سکتا کہ حرم نبوت کی کوئی کمزوری کسی کافر مشرک دشمن کو اس کے گھر جا کر بیان کرے چہ جائیکہ عصمت مآب نفوسِ قدسیہ اس قسم کی جسارت کریں یا خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کافر مشرک دشمن کے گھر جا کر یا سرِ راہ اسے بیان فرمائیں حالانکہ نبوی فطرت یہ ہوتی ہے کہ وہ نہ حق چھپاتے ہیں اور نہ ہی ناحق بات انکی زبان پر جاری ہو سکتی ہے بنابریں یہ سارا ڈرامہ خود ساختہ ہے اور یہی مضحکہ خیزی ہے۔

(۶) اگر اس رام کہانی کی کوئی حقیقت ہوتی تو یقیناً یہ بات جنگل کی آگ کی طرح پورے مکہ بلکہ پورے عرب میں پھیل جاتی صرف مسیب کے پیٹ میں نہ چھپی رہتی کیونکہ محسن رسالت کی وفائیں حمیتیں پورے عرب میں ضرب المثل تھیں شخصیت مرکز محبت و اعتماد تھی. خود مسیب زان وقت کافر بھی تھا اور مشرک بھی تھا اسکے لیے یہ منظر نامہ بہترین ہتھیار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانے کا وہ سیدھا آتا کفار مکہ سے جھوم جھوم کر بیان کرتا مزے لیتا یہ سن کر کفار مکہ شادیانے بجاتے پورے مکہ میں اُدھم مچ جاتا مگر اسکے برعکس مسیب بن حزن اُس روایت کی حقیقت عمر بھر نہ اپنے باپ حزن سے بیان کر پایا نہ اپنے سگے بھائی حکیم بن حزن سے کر پایا حالانکہ اس کا باپ اس کے ساتھ پندرہ سال رہا اور بھائی حکیم بن حزن ۱۶ سولہ سال رہا اور اسلام لانے کے عرصہ بعد تک یہ تینوں اکٹھے رہے کسی ایک سے بھی یہ کہانی بیان نہ کر پائے بتیس ۳۲ سال بعد یہ رام کہانی صرف اپنے بیٹے سعید بن مسیب سے ہی بیان کر پائے جبکہ دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی انکے ساتھ تھے کسی کو بھی اس روایت کی بھنک تک نہیں لگنے دی یہ اکلوتی روایت صرف اس کے گھر کا خزانہ بنی رہی. اسی کو مضحکہ خیزی کہتے ہیں جھوٹ کا پلندہ کہتے

ہیں۔

پوری اُمت اور حرمِ نبوت کے تمام باسی حتیٰ کہ خود صاحب وحی ﷺ وقوعہ سے متعلق ۳۲ سال تک اس روایت سے محروم رہے کسی کو بھی جناب مسیب کے خزانہ غیب سے یہ نعمت میسر نہیں آئی صرف انکے اپنے بیٹے سعید بن مسیب کا ہی نصیب بلند تھا جنکو یہ نعمت ملی ۳۲ سال تک اس میں مذکور آیات بغیر شانِ نزول کے رہیں بغیر تفسیر کے رہیں یہ صرف ان مخزومیوں کے ہاتھ لگا خزانہ یہی بدترین مضحکہ خیزی ہے۔

حاصل کلام

یہ روایت اپنی علمی حیثیت ہی کھو چکی ہے کیونکہ اصل راوی کے پاس مبدء روایت ہی کوئی نہیں نہ ہی روایت کی کوئی اصل ہے اور جس روایت کی اپنی کوئی اصل نہ ہو اس پر نہ یقین کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے لہذا اُمت اس روایت کو فوراً مسترد کر دے اور حرمِ نبوت کی تکریم میں اُتر جائے۔ جناب ابوطالب کو سلام عقیدت و نیاز پیش کرے۔

مذکورہ روایت کے دینی اور معاشرتی نقصانات

(۱) یہ روایت ایک سازشی ایف۔ آئی۔ آر ہے اسکے ذریعے سے پورے خاندان نبوت کو کافر ماننا لازم آیگا کیونکہ کفرِ ابوطالب علیہ السلام کے عقیدے کی بنیاد یہی ہے جیسا کہ انہوں نے کہا کہ میں ملتِ عبدالمطلب علیہ السلام پر مرونگا حالانکہ خاندان نبوت کا تقدس قرآن عظیم میں بھی بیان کیا گیا ہے اور بہت ساری روایات میں بھی بیان

کیا گیا ہے۔

(۲) اس روایت کے ماننے سے قرآنِ کریم کی بہت ساری آیات کا انکار لازم آتا ہے اور بہت ساری روایات صحیحہ کا انکار لازم آتا ہے اس طرح قرآن و حدیث کی توہین کا ارتکاب لازم آتا ہے جو کہ حرام ہے۔

(۳) اس روایت کے ذریعے اہلبیت نبوت کی توہین کی گئی ہے کیونکہ حضرت ابوطالب علیہ السلام اہلبیت نبوت کا عظیم عنوان ہیں۔

(۴) اس روایت کے قبول کرنے سے اُمت فرقہ واریت کا شکار ہو چکی ہے مزید یہ کہ خدائے ذوالجلال نبی خوش خصال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعتماد پر ضرب کاری لگائی گئی ہے اور یہ سب سے بڑا ظلم بھی ہے جرم بھی ہے۔

(۵) اس روایت کے ذریعے سے علمی اقدار اور اخلاقی و روحانی اقدار کا قتل عام ہوا نتیجتاً امت ایک دوسرے کو کافر کہہ رہی ہے لہٰذا ذخیرہ حدیث سے اس آلودگی کو نکال کر پھینک دیا جائے۔

قارئین محترم ! معاصر اہل علم آپکو کہیں گے کہ بہت سارے اماموں نے اسے قبول کیا ہے صداقت علی کون ہوتا ہے اس کے انکار میں جواباً عرض ہے کائنات کا کوئی امام دین میں سند نہیں اور نہ ہی دلیل ہے کیونکہ وہ خود محتاج دلیل ہے آج تک کسی امام نے اس روایت کی صحت کی کوئی یقینی دلیل نہیں دی نہ ہی انکے پاس کوئی دلیل ہے بس صرف جھوٹے اور خود ساختہ اندازے ہیں جیسے امام واحدی نے وکیل صفائی کے طور پر صفائی دیتے ہو کہا کہ ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات ابی طالب علیہ السلام سے لے کر مسلسل بارہ سال تک نزولِ آیت تک دعائے مغفرت کرتے رہے

ہوں۔ اس ہوسکنے میں واحدی کے پاس کوئی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی معقول بات ہے اس ہوسکنے نے پوری اُمت کو برباد کر دیا ہے۔

(تفسیر الوجیز الوسیط واحدی)

ایسے ہی حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ اندازہ چھوڑا کہ میب بھی مخزومی تھا اور ابوجہل عبداللہ ابن ابی امیہ بھی مخزومی تھے ہوسکتا ہے مخزومی ہونے کی نسبت سے یہ وفات ابی طالب علیہ السلام کے وقت وہاں میب بھی موجود ہو اسی کو مصنوعی تصورِ علم کہتے ہیں اس طرح کے من گھڑت اندازے ہی فسادِ اُمت کا باعث بنے ہیں لہٰذا امت ان مصنوعی اندازوں سے جان چھڑا لے اور واضح دلیل کی عظمت پر کامل یقین کرے۔

طے یہ ہوا کہ مذکورہ حدیث قطعاً بے اصل ہے بلکہ صاحب التحریر والتنویر کے مطابق نہایت بے ہودہ ہے امت اس بیہودگی سے۔

باہر نکل آئے ملاں ازم سے یکسر جان چھڑا لے۔ اہلبیت نبوت کے حضور نیازِ ادب سے رہے یہی دین ہے انسانی فطرت کی اعلیٰ معراج ہے (تفصیلات مقدمہ عرفان ابوطالب علیہ السلام اور قرآنِ عظیم میں ملاحظہ فرمائیں)

حضرت ابوہریرہ رضؓ کی طرف منسوب مسلم شریف کی جعلی روایت

مضمون حدیث ! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ نے اپنے چچا (ابوطالب) سے کہ آپکا وصال ہو رہا

ہے آپ لاالہ الااللہ کہہ دیں میں آپکے حق میں گواہی دوں گا قیامت کے دن ابوطالب نے انکار کردیا. پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ترجمہ. بیشک آپ جسے محبوب رکھتے ہیں اُسے ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان)

یہ روایت سنداً مردود ہے

(۱) اس روایت میں راوی یزید بن کیسان قابل حجت نہیں ہے (میزان الاعتدال ذہبی)۔

یہ روایت اصلاً مصنوعی ہے کیونکہ وفاتِ ابوطالب علیہ السلام کے وقت راوی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے ہی نہیں بلکہ یمن میں اپنے افلاس میں حالتِ کفر میں مبتلا تھے یہ ہزاروں میل کا فاصلہ ہے جبکہ تقویم روایت یہ بتارہی ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وفات ابوطالب علیہ السلام کے وقت بالکل انکے قریب تھے بنابریں یہ روایت مسیب کی روایت سے بھی زیادہ بیہودہ ہے وقوعہ مبصر محسوس تھا انکا وہاں ہونا ضروری تھا۔

(۲) یہ روایت سابقہ روایت سے اصلاً ادھوری ہے اُس میں دو آیات کا ذکر ہے جبکہ اس میں ایک آیت غیر متعلقہ کا ذکر ہے ربطِ کلام الٰہی کی قطعیت اُس روایت کو قبول نہیں کرتی نہ ہی مضمون قرآنی اسے قبول کرتا ہے۔

(کتب اصول تفسیر عامہ)

---

(۴) انکا صحابی ہونا اس صورت میں ثبوتِ الزام کی قطعیت میں کافی نہیں۔

(کتب اصول عام)

(۵) اس روایت میں کوئی گواہی نہیں انکے پاس نہ یہ خود وہاں موجود ہیں رہا یہ کہ ہوسکتا ہے کہ خود رسالت پناہ عالم ﷺ نے خبر دی ہوگی یہ اس لیے فضول ہے کہ رسول اللہ ﷺ ادھوری خبر نہیں دیتے پوری دیتے ہیں. اور یہ روایت اپنے مضمون میں ادھوری ہے۔مزید یہ کہ اس حادثہ کی خبر عینی شاہدوں کو نہیں دی اگر اس واقعہ کی کوئی حقیقت ہوتی تو اہلِ خانہ کو ضرور بتایا جاتا۔

(۶) وفاتِ ابوطالبؑ کا وقوعہ ۱۰ سن نبوی کا ہے ابوہریرہ کا ایمان سات سن ہجری کو ثابت ہے درمیانی عرصہ تقریباً ۱۰ سال بنتا ہے اس آیت کے شان نزول کی بابت نبوت ۱۰ سال تک خاموش کیوں رہی. جبکہ یہ آیت سورہ قصص کی ہے مکہ میں یکبارگی وفات ابوطالبؑ سے کئی سال پہلے نازل ہوئی کیونکہ چار سن نبوی کو سورہ حجر نازل ہوئی اس کے بعد سورہ انعام نازل ہوئی اس کے بعد سورہ قصص نازل ہوئی یہ تمام سورتیں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل نہیں ہوئیں بلکہ یکبارگی کے ساتھ نازل ہوئیں اور ان میں کفارِ مکہ کے مذموم رویّوں کی مذمت کی گئی ہے جبکہ جناب ابوطالب علیہ السلام کی ذات میں کوئی ایک رویہ بھی کائنات میں ثابت نہیں کرسکتا جو کفارِ مکہ کے مماثل ہو. گویا یہ روایت اصلاً مصنوعی ہے فراڈ ڈرامہ ہے۔

یہ روایت اس لیے بھی جڑ کئی اور مصنوعی ہے کہ وفات ابوطالبؑ کے عینی شاہدوں میں سے خصوصاً اہل بیت نبوت میں سے بمع صاحب نبوت ﷺ نے زندگی بھر کفر ابی طالب میں اس آیت کو نہ بیان کیا ہے نہ روایت کیا ہے حیرت ہے یہ روایت

عینی شاہدوں کو نبوت بیان نہیں کرتی. دس سال بعد ایک نومسلم کو کر دیتی ہے یہ غبن شان نبوت سے محال ہے حالانکہ صاحب وحی صلی اللہ علیہ وآلہ کی یہ پختہ عادت تھی جب بھی نزول وحی ہوتا اسے فوراً اپنے اصحاب سے بیان فرما دیتے بارہ سال کا دس سال کا انتظار نہیں فرماتے کیونکہ نزول وحی کا تسلسل جاری تھا۔

متناً یہ روایت مضحکہ خیز ہے

اور اس روایت کے متن کی مضحکہ خیزی اس سے بڑی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وقوعہ رو پذیر ہو رہا ہے دس سن نبوی کو مکہ میں اور راوی اسے دیکھ رہا ہے یمن میں بیٹھ کر ایک کافر حالت کفر میں اور یہ شخص دس سال بعد قبیلۂ دوس کے ساتھ چلتا ہے سات سن ہجری کو خیبر کے مقام پر آ کر رسالت پناہِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ سے ملاقات کرتا ہے اسلام لاتا ہے عرصہ اڑھائی سال میں اس شخص کو مکی دورِ نبوت میں کاشانۂ نبوت کے اندر کی کہانی کا علم ہو جاتا ہے اور یہ اس ذریعۂ علم کی بھی نشاندہی نہیں کرتا خود سے قال رسول اللہ کہہ رہا ہے یہ کتنا ہولناک اور ہیبتناک الزام لگا رہا ہے جس کی اصلاً کوئی حقیقت نہیں۔

پہلا معارضہ

یہ ہے کہ مکمل دس سال تک روایت میں مذکورہ آیت کی وضاحت نبوی زبان پر کیوں نہیں آئی. کیا منصب نبوت کے شایان شان ہے کہ ایک واضح حقیقت کو نبی دس سال تک دبائے رکھے نزول آیت کے وقت نبی اسے بیان نہ کرے نہ مقتدر اصحاب سے نہ اہل بیت نبوت سے نہ ہی کسی ہاشمی سے نہ ہی کسی مکی مدنی سے دس سال بعد ایک

یمنی پر یہ راز کھول دیا جائے، مجھے معاصر اہل علم یہ نکتہ سمجھا دیں عینی شاہدوں پر یہ راز نہیں کھلا حتیٰ کہ خود صاحب وحی پر بھی یہ راز نہیں کُھلا مگر ایک یمنی پر دس سال بعد یہ راز کھل گیا اس تصورِ علم کو مصنوعی ڈرامہ کہا جاتا ہے۔

دوسرا معارضہ

معاصر اہل علم ان ذرائع علم کی نشاندہی فرمادیں جن ذرائع علم سے یمن میں رہنے والے راوی نے یہ روایت حاصل کی ہے یمن میں بیٹھ کر یا مدینے آ کر جب تک اُس ذریعۂ علم کی نشاندھی نہیں ہوتی تب تک یہ روایت مصنوعی ہی قرار پائے گی کیونکہ اس روایت کا مبداء علم ہی کہیں نہیں یہ مرتبۂ نبوت پر گھناؤنا الزام ہے حرمِ نبوت پر جارحانہ حملہ ہے اُمتِ مسلمہ کے جذبوں کی توہین ہے فساد فی الارض ہے۔

تیسرا معارضہ

یہ ہے کہ جو شخص عمر بھر لاالٰہ الااللہ کی طاقت بنا رہا جسکے کاندھوں پر یہ کلمہ رو بہ ترقی رہا اسے اس کلمہ سے بے خبر کہنا کھلی ہوئی جارحیت ہے معاصر اہل علم کوئی یقینی دلیل مہیا کریں جو ثبوت و دلالت میں قطعی ہو۔

چوتھا معارضہ

جس شخص نے لاالہ الااللہ کی تکمیل میں اپنی ذات اپنا مال اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد سب کچھ قربان کر دیا ہو اور شجرِ اسلام کی آبیاری میں خون کے دریا بہا کر اسلام کی جڑوں کو سینچا ہو اس کو کلمے سے ناآشنائی کا طعنہ کس بنیاد پر ہے؟

یہ طعنہ کس یقینی دلیل کے ساتھ دیا جاتا ہے؟ معاصر اہلِ علم اس کا جواب دیں۔

نوٹ! اکثر اہلِ علم یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ جی ابو طالبؑ نے کلمے پڑھا نہیں۔

جناب عالی! یہ کائنات کا بدترین جھوٹ ہے کیونکہ عینی شاہدوں نے کلمہ پڑھنے کی عینی شہادت دی ہے جو صحیح لذاتہ حدیث سے ثابت ہے (مقدمہ عرفان ابوطالب میں مکمل تفصیل موجود ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں)

میرا اہل علم سے سوال. کائنات بھر کے اہلِ علم پہلے اپنے ایمان کی اُلوہی اور نبوی یقینی تصدیق لے آئیں جو آپکے ایمان میں نص ہو، پھر ایمان ابوطالب پر نص کا مطالبہ بنتا ہے ورنہ نہیں۔

وضاحت

مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرح المطالب فی مبحث ایمان ابی طالب میں واضح لکھا ہے کہ ایمان زبانی کلمہ خوانی کا نام نہیں۔

ابوطالب کے دل کا حال اللہ جانے. اب انکے مکتبۂ علم سے تعلق رکھنے والے اہل علم واضح کریں کہ جب دل کا حال اللہ جانتا ہے تو موصوف کو ابوطالب علیہ السلام کے دل میں کیسے کفر نظر آگیا؟

رہا زبان سے کلمہ خوانی کا نام ایمان نہیں تو اس فتوے کی زد میں صرف ابوطالب علیہ السلام نہیں بلکہ پوری اُمت ہے خصوصاً معاصر اہل علم ضرور زد میں

ہیں کیونکہ موصوف نہ تو دلوں کی کیفیت یقین پر مطمئن ہیں اور نہ زبان سے کلمے کے تکلم پر مطمئن ہیں لگتا ہے موصوف کی تصدیق پر کسی کا ایمان ثابت ہو سکتا ورنہ نہیں۔ العیاذ باللہ۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حقیقت

ذخیرۂ تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سورہ انعام کی آیت نمبر ۲۶ میں ایک قول منسوب ہے۔

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾

ترجمہ ! یہ کفار مکہ خود بھی نبی علیہ السلام سے نفرت کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی نفرت دلاتے ہیں یہ لاشعوری ہلاکت کا شکار ہونے لگے۔

(سورۃ انعام آیت ۲۶)

اس آیت کریمہ میں ابن عباس کے قول کے مطابق حضرت ابوطالب بھی ملوث ہیں کہ ابوطالبؑ نبی علیہ السلام سے محبت بھی کرتے ہیں اور لوگوں سے نبی علیہ السلام کا دفاع کرتے ہیں لوگوں کو اذیت دینے سے روکتے ہیں اور نبیؐ سے نفرت بھی کرتے ہیں یعنی انکا دین قبول نہیں کرتے۔ (العیاذ باللہ)

قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہ سنداً مردود ہے

تجزیہ !

(۱) اس قول کی تمام اسناد تمام طرق سے مردود ہیں رواۃ متکلم فیہ ہیں اور سند میں عمن سمع ابن عباس کا جملہ راوی کی جہالت بیان کر رہا ہے بنا بریں یہ قول سنداً مردود ہے کیونکہ اب اس کی قانونی حیثیت ظنی بھی نہیں رہی۔

(کتب تفسیر عامہ انعام ۲۶)

(۲) یہ قول مضمونِ قرآن اور ربطِ کلام الٰہی کے بھی مخالف ہے کیونکہ ربطِ کلام الٰہی کا سباق و بیان اسے قبول نہیں کرتا وجہ اس کی یہ ہے کہ ان آیات میں کفارِ مکہ کے مذموم رویّوں کی مذمت ہے کفار قرآن کو مصنوعی کہانیوں سے تعبیر کرتے تھے جبکہ ابوطالبؑ قرآن کو معزز کتاب یقین کرتے تھے بنا بریں یہ قول مردود ہے۔

یہ قول متناً مضحکہ خیز ہے

(۱) اس قول کا متن خود کو خود سے خود جھٹلا رہا ہے اس قول کو مان لینے سے نظمِ قرآن کی قطعیت غلط ٹھہرتی ہے جب کہ یہ قول ظنی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔

(۲) اس قول کے قبول کرنے سے کفارِ مکہ مذمتِ قرآنی سے مستثنیٰ قرار پائے ہیں جو خلافِ اصل ہے۔

(۳) یہ آیت کریمہ چار سن نبوی کے بعد نازل ہوئی ابن عباسؓ دس سن نبوی کو پیدا ہوئے یہ حالتِ شیرخوارگی میں تھے کہ نبوی ہجرت عمل میں آئی تیرہ سن نبوی کو ہجرت ہوگئی آٹھ سن ہجری کو فتح مکہ ہوا گویا نزول آیت کے اٹھارہ سال بعد ابن عباس کی ملاقات نبی علیہ السلام سے ہوئی نہ ابن عباس نزول آیت کے وقت وہاں موجود تھے نہ انہوں آیت کے نزول کی بابت اپنے سماع کا ذکر کیا نہ ہی نبی علیہ السلام نے بطورِ خبر

انہیں بتایا نہ ہی عینی شاہدوں نے اس معنیٰ میں اس آیت کو بیان کیا نہ اٹھارہ سال تک نبی علیہ السلام نے اس شانِ نزول کی کسی کو نشاندہی کی نہ ہی ابن عباس نزولِ آیت کے وقت پیدا ہوئے تھے گویا کسی بھی علمی اعتبار سے قطعیت، ظنیت کی بنیاد اس شانِ نزول کی کسی کے پاس کوئی تصدیق نہیں نہ ہی اس مصنوعی ڈرامے کی کسی کے پاس کوئی یقینی تصدیق ہے بنابریں یہ روایت متناً مضحکہ خیز ہے حضرت ابوطالبؑ کے خلاف جھوٹا بلنڈر ہے۔

(فریدی)

نوٹ ! ذخیرۂ تفسیر میں یہی روایات بیان کی گئی ہیں جنکے جھوٹا ہونے کی آپ نے تفصیلات ملاحظہ فرمالیں ہیں بنابریں تفسیری اقتباسات کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں مزید تسلی کے لیے میری کتاب مقدمہ عرفان ابوطالبؑ اور قرآن عظیم کا مطالعہ کریں ثابت یہ ہوا کہ آیات قرآنیہ کا تعلق کفر ابی طالبؑ سے جوڑنا انتہائی ظلم ہے اس کفر کی نہ تو کسی مفسر محدث مجدد فقیہ مجتہد کے پاس عینی شہادت یا یقینی تصدیق ہے نہ ہی کسی راوی کے پاس بنابریں سید بطحا حضرت ابوطالبؑ پر لگایا گیا کفر و شرک کا بہتان کائنات کا بدترین جھوٹ ہے۔

ضحضاح پتلی آگ کی تحقیق

قارئین محترم ! ذخیرۂ حدیث میں کچھ روایتیں ایسی ہیں جنکا مضمون یہ ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کو آگ کی جوتیاں پہنائی گئی ہیں یا انہیں آگ کی بالائی سطح پر کھڑا کیا گیا ہے۔ یہ پہلے جھوٹ سے بھی بڑا جھوٹ ہے۔

دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو طالبؑ کو آگ کی سزا اس لیے سنائی گئی کہ انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا اسکے علاوہ سزا کی اور کوئی صورت نہیں۔

جناب من! پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ جتنی روایات میں انکے کلمہ نہ پڑھنے کا مضمون ملتا ہے وہ روایات تمام کی تمام جھوٹ کا پلندہ ثابت ہوئیں نہ انکی کوئی سنداً یقینی حقیقت ہے نہ متناً جو چیز وجہ ضحضاح تھی جب وہ ہی جھوٹی ہے تو آگ کی سزا والی روایات خود بخود جھوٹی قرار پائیں۔

کیونکہ جھوٹ کی اپنی کوئی حقیقت نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی جھوٹ پر کسی حقیقت کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ پوری کائنات میں ایسا کہیں نہیں ہوتا کہ ملزم پر الزام بھی ثابت نہ ہو سکے پھر بھی کوئی عدالت اسے سزا سنا دے۔ خدا اور رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں تو اس کا امکان جاننا ہی کفر ہے

اہل علم کا یہ کیسا فراڈ ڈرامہ ہے کہ کفر ابو طالب میں ثبوتاً دلالتاً قطعی دلائل نہیں دیتے مگر کفر ابو طالب پر یقین کرنے کا زور دیتے ہیں۔ یہ شرمناک کھیل اب بند ہونا چاہیے ورنہ اہل محبت انکے مصنوعی مذہبوں کی بساط الٹ دینگے میں اہل محبت سے کہوں گا کہ اس مافیا سے دور رہیں۔

تفصیل! یہ کل روایتیں تقریباً چار ہیں حضرت ابو سعید خدری سے ابن عباس سے خود عباس بن مطلب رضی اللہ عنہم سے ان تمام روایات کی اسناد مجروح ہیں متون متضاد ہیں اس روایت میں تین راوی مجروح ابن عباس کی روایت میں دو راوی مجروح ہیں عباس بن عبد المطلب کی روایت میں دو راوی مجروح ہیں جن روایتوں کی سند بھی مفید یقین و ظن نہ ہو تو ان پر یقین کرنا جہالت ہے تفصیلات کے لیے آپ فقیر کی

کتاب عرفانِ ابوطالبؑ اور قرآن عظیم کا مطالعہ کریں۔

نوٹ ! الاصابہ فی تمیز صحابہ سے صاحب مبحث نے جتنی روایتیں لیں وہ تمام مصنوعی ہیں جھوٹی ہیں کیونکہ اس کا اعتراف خود صاحب اصابہ نے یہ کہہ کر کیا ہے ھی داھیۃ الاسناد یہ سب روایتیں بیہودہ سندوں کے ساتھ آئی ہیں،

اب اس پر تبصرہ کی ضرورت بھی نہیں مزید کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت کو خود معترضین نے تمام طرق سے باطل کہا ہے (مکمل تفصیلات مقدمہ عرفانِ ابوطالب میں دیکھیں)

علماءِ اُمت سے اُمت کے سوالات

ہر فردِ اُمت یہ حق رکھتا ہے کہ دین کی بابت معاصر اہل علم سے سوال کرے حق تک رسائی حاصل کرنے میں یہ سوالات حضرت ابوطالبؑ پر لگائے جانے والے مصنوعی اور جھوٹے بہتان کی بابت ہیں کہ وہ کافر مرے اس الزام کی بابت قرآنِ کریم کی تقریباً چار آیات کا ناجائز مصنوعی اور جھوٹا استعمال ہوا ہے۔

(۱) سورہ انعام کی آیت نمبر ۲۶ ــ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ کفارِ مکہ نبی سے خود بھی نفرت کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی نفرت دلاتے ہیں،

سیاق و سباق کلام میں تقریباً چودہ آیتیں ہیں جو کفار مکہ کے مذموم کو بیان کرتی ہیں اور پھر نتیجۃً انکی ہلاکت کو یوں بیان کرتی ہیں۔

وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ کہ وہ

لاشعوری ہلاکت میں ہیں۔

(سورہ انعام آیت ۲۶)

مصنوعی استعمال ! اس آیت کا مصنوعی استعمال اہلِ علم یوں کرتے ہیں کہ یہ ابوطالبؑ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ وہ لوگوں سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دفاع کرتے ہیں اور خود ان سے نفرت کرتے دین قبول نہیں کرتے اس مصنوعی مذہب میں بطورِ دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ایک ضعیف قول کو پیش کرتے ہیں حالانکہ اس کی ساری سند مجروح اور سند میں عمن سمع کا جملہ جہالت روای کی واضح نشاندہی ہے۔

بنابریں یہ قول اصولاً مردود ہے اس واضح جھوٹ کی تفصیل۔

مذکورہ آیت چار سن نبوی کے بعد نازل ہوئی ابن عباسؓ چھ سال بعد پیدا ہوئے دس سن نبوی کو تیرہ سن نبوی کو ہجرت ہوگئی آٹھ سن ہجری کو فتح مکہ ہوا فتح مکہ کے بعد جناب عباس بن عبدالمطلب اور انکے اہلِ خانہ بمع ابن عباسؓ مدینہ تشریف لے گئے اب نزول آیت کے نزول کا کفر ابی طالب کی بابت علم نہ تو صاحب وحی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہوا اگر ہوتا تو یقیناً وہ اپنے اصحاب کو فوراً آگاہ فرماتے کیونکہ علم چھپانا نبوی عظمت کے لیے محال ہے

(۲) نہ جملہ اصحاب کو علم ہوا حتیٰ کہ بابِ علمِ نبوت علی المرتضیٰ بھی بے علم رہے عینی شاھدین بھی بے علم رہے اہلبیت نبوت بھی بے علم رہے اٹھارہ سال بعد اس حقیقت کا صرف ابن عباس کو علم ہوا وہ بھی بغیر ذریعۂ علم کے۔

(۳) راوی ابن عباسؓ کے باپ جناب سیدنا عباس بن عبدالمطلبؓ جو ابوطالبؑ کے بھائی جو عمر بھر انکے قریب رہے اور وفات ابی طالب کے عینی شاھد ہیں

علومِ نبوت کے اولا امین ہیں جناب اُم الفضل جو ابن عباسؓ کی سگی ماں ہیں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بعد سب سے پہلے ایمان والی ہیں دن رات نبوی علوم سے وابستہ ہیں انکو بھی اس شانِ نزول کا علم نہ ہوسکا۔

(۴) اہلبیت نبوت خصوصاً سیدہ بی بی فاطمۃ الزہرا بی بی ام کلثوم سیدہ بی بی زینب سیدہ بی بی رقیہ صلوۃ اللہ علیھن جنکے گھر میں قرآن نازل ہوتا رہا سید الشہداء حضرت سیدنا امیر حمزہ جیسے نفوسِ قدسیہ کو یہ علم نہ ہوسکا حالانکہ یہ نفوسِ قدسیہ نزولِ وحی کے عینی شاہد ہیں جبکہ ابن عباس اس زمانے میں پیدا ہی نہیں ہوئے تھے کسی عینی شاہد حتیٰ کہ خود صاحب وحی کو بھی کفر ابی طالبؑ کا علم نہ ہوسکا ابن عباسؓ کو اٹھارہ سال بعد علم کیسے آیا؟ اس ذریعۂ علم کی آج تک اہلِ علم نشاندہی نہیں کرسکے جو مفید یقین ہو۔ اب اس تصورِ علم کے جھوٹے ہونے میں شک ہی نہیں رہا۔ (کتب عامہ تفسیر و سیرت تاریخ)

قول ابن عباسؓ کے مردود ہونے کی علمی صورتیں

(۱) یہ قول تحریف قرآن پر مبنی ہے کیونکہ اگر ابوطالبؑ اس آیت کا کل معنیٰ و مصداق قرار پائیں۔

تو کفارِ مکہ مذکورہ آیت کے معنیٰ اور مصداق بننے سے ہٹ گئے جو کہ خلافِ اصل ہے یہی تحریف معنوی ہے۔

مذکورہ آیت کے سباق وسیاق پر مشتمل آیات نے کفّارِ مکہ کے جن رویوں کی مذمت کی ہے اُن رویوں میں سے ایک بھی ادنیٰ سا رویہ سیرت ابوطالبؑ میں نہ ہے اور نہ ہی کوئی ثابت کرسکتا ہے تو جس جرم کی پاداش میں کفارِ کی ہلاکت یقینی ہے جب ایسا

جرم سید بطحا حضرت ابوطالبؑ میں موجود ہی نہیں تو انکو اس ہلاکت میں شمار کرنا ظلم بھی ہے اور قرآن کریم کی معنوی تحریف بھی۔

(۳) مذکورہ آیت کے مجوزہ شانِ نزول کی بابت خود صاحب قرآن ﷺ بھی خاموش ہیں۔

تمام اصحابِ رسول ﷺ حتیٰ کہ اہلبیتِ نبوت تمام کے تمام خاموش ہیں حالانکہ انکی وضاحت اس بابت حتمی تھی مگر کسی سے بھی ایک لفظ تک ثابت نہیں بنابریں یہ قول مردود ہے اور مردود قول سے عقائد ثابت نہیں ہوتے۔

(کتب عامہ اصول)

(۴) یہ قول مضمون قرآن اور ربط کلام الٰہی کے سراسر خلاف ہے مزاجِ نبوت کے بھی خلاف ہے بنابریں مردود تر ہے۔

(۵) ابن عباسؓ وفاتِ ابوطالبؑ کے قریب قریب پیدا ہوئے انکا سیدنا ابوطالبؑ کے حالات کا نہ عینی مشاہدہ ہے نہ علمی مطالعہ ہے کیونکہ انہوں نے زندگی میں اس حوالے سے کوئی گفتگو ہی نہیں کی جبکہ مدِ مقابل خود حضور سرورِ کائنات ﷺ کی ذات ہے اُنہوں نے زندگی بھر نبوی زبان سے جناب ابوطالبؑ کی بابت انکی تکفیر پر ایک لفظ بھی نہیں بولا بلکہ نبوی زبان سے اُنکی شفقتوں کو بیان فرماتے رہے انکے حمیت پر مشتمل اوصاف کو نبوی زبان سے بیان فرماتے رہے اور خود کو انکا ممنونِ احسان بیان فرماتے رہے حضور عظمت الٰہی سے انکے لیے تمام بھلائیاں جمع فرماتے رہے۔

(بخاری باب الاستسقا)

اب قولِ ابن عباسؓ کی ذاتِ نبوت کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں بنا

بریں یہ قول مردود ہے قرآنِ کریم رسول ﷺ کی ذاتِ گرامی پر نازل ہوا نا کہ ابن عباس پر۔

(۶) نزولِ آیت کے وقت راوی کا جائے نزول پر ہونا یہ ایک شرعی قانونی ضرورت ہے ورنہ راوی اس آیت کے شانِ نزول کو بیان کر سکتا ہی نہیں۔

(اتقان، البرھان)

ابن عباس نزولِ آیت کے وقت ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے نزولِ آیت کے اٹھارہ سال بعد صاحب وحی سے راوی ابن عباس کی ملاقات ہے، اٹھارہ سال تک اُمت کو مذکورہ آیت کے شانِ نزول سے بے بہرہ رکھنا کتمانِ علم کی واضح جسارت ہے اور یہ جسارت ذاتِ نبوت سے محال ہے۔

(۷) جملہ صحابہ کرام بمع اہلبیت نبوت بالخصوص۔

القرآن مع العلی والعلی مع القرآن۔ کا ٹائٹل رکھنے والی ذات جو مکمل وحی کے باب شمار کیے جاتے ہیں مزید ابن عباسؓ کے باپ جناب حضرت عباس ابن عباس کی ماں ام الفضل، بہنیں بھائی جو تمام فقیہہ ہیں کسی نے بھی یہ شان نزول بیان نہیں کیا یہ نفوسِ قدسیہ حضرت ابو طالبؑ کی مکمل شخصیت کا مطالعہ رکھتے ہیں۔

(۸) ابن عباسؓ نے اس بابت نہ قرآن کی لفظی دلالت اور نہ معنوی دلالت نہ کوئی علمی دلیل دی ہے اور نہ ہی یہ کہا ہے کہ **سمعت عن رسول اللہ اخبرنی رسول اللہ، نبانی رسول اللہ ﷺ۔**

(۹) مذکورہ آیت کے ضمن ابن عباسؓ کا قول نہ تو کسی حدیث کی کتاب میں ہے اور نہ ہی پوری کائنات میں اس کی صحت پر کوئی یقینی دلیل ہے بنا بریں یہ قول

مردود ہے۔

(۱۰) یہ قول نظمِ قرآنی کے سراسر خلاف ہے اس سے نظمِ قرآن ٹوٹتا ہے اور قرآن کی قطعیت کے بالکل خلاف ہے کیونکہ قرآن نے مکمل قطعیت کے ساتھ کفارِ مکہ کے رویوں کی بھرپور مذمت بیان فرمائی جبکہ ابوطالبؑ میں کوئی ایسا رویہ موجود نہیں۔

(عامۃ المفسرین)

(۱۱) قرآنی آیات کو انکے محل سے ہٹانا قرآنِ کریم کی معنوی تحریف ہے اور کتبِ سماویہ میں تحریف یہود و نصاریٰ کا طرزِ عمل ہے۔

اور اس قول میں قرآن کریم کی واضح تحریف معنوی ہے اور مفسر قرآن جناب عبداللہ ابن عباسؓ سے اس قسم کی جسارت محال ہے بنابریں یہ قول انکا ہے ہی نہیں انکی طرف ناجائز ذرائع سے منسوب ہے۔

نوٹ ! ابن عباسؓ کے نیچے تمام راوی صرف ناقل ہیں یہ نہ وفاتِ ابوطالبؑ کے عینی شاہد ہیں نہ کسی عینی شاہد سے انکی اس بابت کوئی ملاقات ثابت ہے نہ سماع ثابت لہٰذا انکی اس نقل کی کوئی یقینی حیثیت ہے نہ ظنی۔

(فریدی)

آیت نمبر ۲ !

سورہ قصص کی آیت نمبر ۵۶ اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ‌ۚ

ترجمہ ! بیشک اے حبیب آپ اپنے من پسند لوگوں کو ہدایت نہیں دے

سکتے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔

تفصیل ! مذکورہ آیت کریمہ بخاری و مسلم کی ایک روایت کے ضمن میں بیان کی جاتی ہے بخاری میں مسیب بن حزنؓ کے حوالے سے اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مذکورہ شانِ نزول قطعاً قرآنِ کریم کی واضح معنوی تحریف ہے اس آیت کریمہ کا تعلق سید بطحاء خواجہ ابوطالبؑ کی تکفیر سے ہرگز ہرگز نہیں پوری کائنات میں متقدمین متاخرین متوسطین سے آج تک نہ کوئی یقینی دلیل مہیا ہے نہ ہی قیامت تک کرسکتا ہے بلکہ بعدِ قیامت بھی نہ کوئی کرسکتا ہے کہ اس کا تعلق کفرِ ابوطالب کے مصنوعی فسانے سے ہے۔

کیونکہ اس تعلق کو ثابت کرنے کے لیے ثبوت اور دلالت کے اعتبار قطعی دلیل کا مہیا کرنا ضروری ہے پوری کائنات کے اہلِ علم کے بس کی بات ہی نہیں، قرآن وسنت کا مسلم قاعدہ ہے ثبوت الزام میں دلیل کا یقینی ہونا انتہائی ضروری ہے جبکہ یہ روایتیں تو ظنیت سے بھی گری ہوئی ہیں۔

(۱) یہ آیت جن روایتوں کے ضمن میں بیان ہوئی ہے ان روایتوں کا یقینی وجود کائنات میں کوئی ثابت نہیں کرسکتا۔

(۲) قانونِ روایت و شریعت میں مسلم ضابطہ ہے بلکہ پوری کائنات میں نظامِ عدالت میں یہ مسلم حقیقت ہے کہ الزام یقینی اور ٹھوس دلائل سے ثابت ہوتے ہیں اندازوں سے نہیں ہوتے ثبوتِ الزام میں ادنیٰ ادنیٰ سا بھی شک و شبہ ہو تو الزام ثابت نہیں ہوسکتا قتل کا ملزم بھی بری کر دیا جاتا ہے جبکہ مذکورہ روایتیں تو ظن (شک) سے بھی گری ہوئی ہیں انکی اسناد مجروح ہیں اور راوی اصلاً اہلیت روایت ہی نہیں رکھتے

نہ شرعاً نہ قانوناً نہ روایتاً نہ درایتاً کیونکہ یہ وقوعہ وفاتِ ابی طالب کے عینی شاہد ہیں نہ ہی انکے پاس نبوی وضاحت نصاً ہے، نہ کسی عینی شاہد کا انکے پاس کوئی تفویضی مشاہدہ ہے نہ ہی ان سے متعلق یہ روایتیں ہیں کیونکہ معاملہ حرم نبوت کا ہے نہ کہ راویوں کے گھر کا۔

(۳) قانونِ روایت یہ ہے کہ وقوعہ مبصر محسوس (دیکھا جاسکے محسوس کیا جاسکے) کو وہی شخص بیان کرسکتا جو وقوعہ کا عینی شاہد ہو جبکہ یہ دونوں راوی کسی بھی صورت میں عینی شاہد نہیں ایک راوی ابوہریرہؓ وفاتِ ابوطالبؑ کے وقت یمن میں حالتِ کفر میں ہے افلاس کی جنگ لڑ رہا تھا طلوعِ اسلام کے بیس سال بعد خیبر کے مقام پر جا کر اسلام لایا وفاتِ ابوطالب کو دس گیارہ سال گذر چکے تھے نہ یہ صاحب اس وقت مکہ میں نہ تھے جوارِ مکہ تھے نہ ہی مسیبؓ عینی شاہد ہیں۔

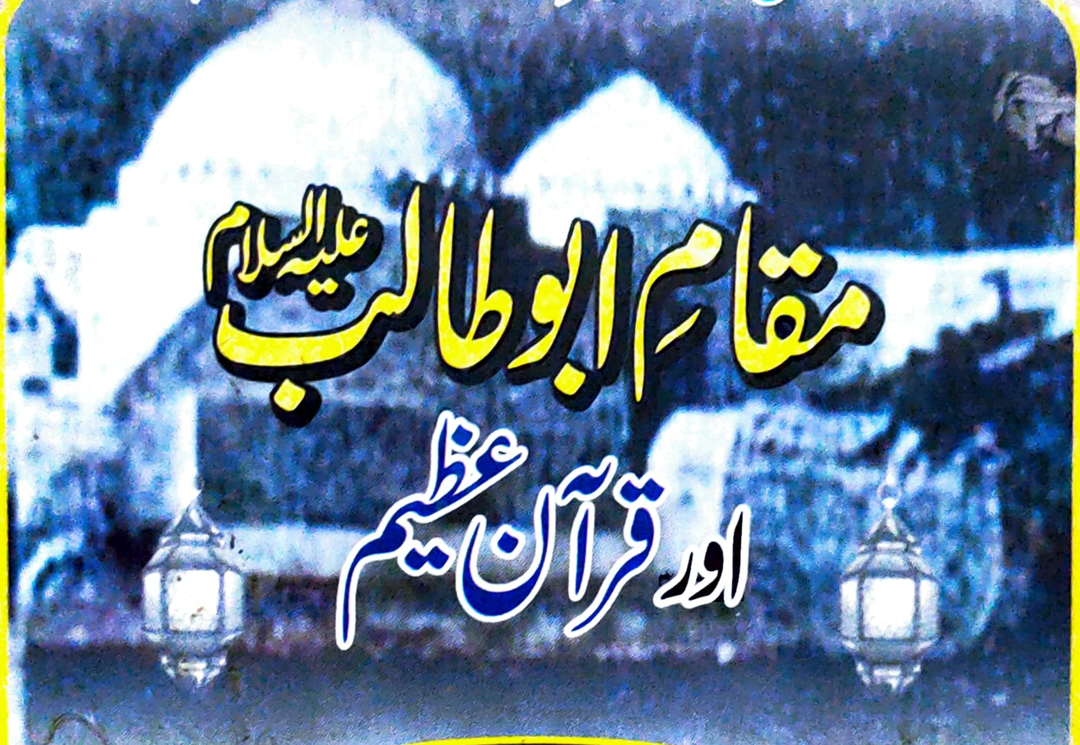
(کتب عامہ اصول حدیث شرح نخبۃ الکفر مقدمہ ابن اصلاح)

نوٹ ! تمام تفصیلات مقدمہ عرفانِ ابوطالب میں ملاحظہ فرمائیں۔

سگِ والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ڈاکٹر صداقت علی فریدی

تلخیص: مقدمہ عرفانِ ابوطالب اور قرآن عظیم



مقامِ ابوطالب علیہ السلام
اور قرآنِ عظیم

مؤلف کی دیگر زیرِ طبع کتب

- عصمتِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ اور قرآن
- حُرمتِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ اور قرآن
- احساناتِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ
- ردّ القادری علی القادری
- علومِ نبوت اور قرآن
- تفریح الاذکیا فی فرضیتِ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ (مطبوعہ)
- حقیقتِ درودِ تاج (مطبوعہ)
- اتحادِ اُمت اور قرآن
- دینِ مصطفیٰ ﷺ میں کوئی فرقہ نہیں
- حضورِ صمدیت میں ندامت کی عظمت
- عرفانِ ابوطالب اور قرآن

عالمی تحریک محبانِ والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ لاہور (پاکستان)